

UNIVERSAL  
LIBRARY

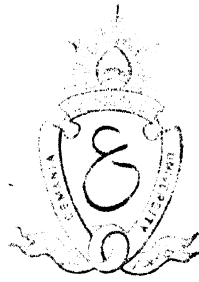
**OU\_224907**

UNIVERSAL  
LIBRARY









تصنيف  
رايت آنزيبيل واى كونٹ گوشن

# نظر پي مبادلات خارجہ

تصنيف

رايت آنزيبيل واى كونٹ گوشن

ترجمہ

پروفيسر محمد جميب الرحمن صاحب ايم۔ اے۔ ال۔ ال۔ بي۔

بي۔ ايس۔ سي۔ آنرز (لندن)

۱۳۴۶ھ ۱۹۳۶ء

طبع و نشر  
دارالافتاء دارالعلوم دیوبند



## تیسرے اڈیشن کا دیباچہ

(۱۰)

دوسرے اڈیشن کی اشاعت کے بعد سے جو چند ہفتے گزرے ہیں، انہوں نے پھر یہ ثابت کر دیا کہ دو مبادلات خارجہ کی صورت حال کس قدر تیزی سے بدلتی سکتی ہے، اور دیر یا مثالیں منتخب کرنا کس قدر دشوار ہے۔ دوسرے اڈیشن کے دیباچے میں بتایا گیا تھا کہ روسی مبادلہ جو ایک مدت تک غیر محدود تغیرات کی مثال تھا، تقریباً مساوات تک پہنچ گیا ہے۔ اُس کے بعد سے اس میں پھر سخت اتار واقع ہوا ہے۔ اسی طرح امریکہ میں جو سونے کی قیمت تیزی سے گر گئی تھی، اس پر سابقہ اڈیشن میں اظہار رائے اور جانچ کا موقع ملا تھا۔ لیکن وہاں بھی حالات بدل گئے ہیں اور آج وہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ مبادلے کے اتار کی نہیں بلکہ اُس کے چڑھنے کی توضیح تلاش کی جائے۔ ایک نظری کتاب کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ ہر نئے اجتماع واقعات کا ساتھ دے۔ یہ تو ہر مؤلف کے لیے لازم ہے کہ وہ واقعات کی رفتار پر نگاہ رکھے تاکہ اُس کے اصولوں کی صحت کی ہمیشہ جانچ ہوتی رہے۔ لیکن ہمیشہ نئی مثالیں اختیار کرنا، مشکل ہی سے ممکن ہے اور نہ وہ ضروری ہے۔ اس لیے موجودہ اڈیشن میں کوئی مزید تبدیلیاں کرنا غیر ضروری سمجھا گیا۔

(۱۱)

## دوسرے اڈیشن کا دیباچہ

(۰۰)

گزشتہ دو سال سے مبادلات خارجہ کی تاریخ گویا انقلابات کی تاریخ ہے۔ اکثر مقامات میں جو تغیرات واقع ہوئے ہیں، وہ سرعت اور وسعت میں تقریباً اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ پہلے جن ملکوں سے مبادلات خارجہ کے خاص واقعات کی مثالیں لیتی تھیں، اب وہ بالکل برعکس حالات کی مثالوں کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ مبادلات خارجہ کی رفتار پر اثر ڈالنے والے جو مختلف اسباب اس کتاب میں بیان کیے گئے ہیں، وہ اس اثنا میں معمول سے زیادہ شدت کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ اور واقعات کے جوئے نئے اجتماع ہمارے سامنے آئے، اُن سے پیش کردہ اصولوں کی صحت کو جانچنے کے اور یہ دیکھنے کے کہ وہ کس حد تک کافی ہیں، بہت سے موقع ملے۔ دو سال پہلے جن ملکوں کے مبادلات اُترے ہوئے زیادہ تر قرضداری کے نتائج کی مثالوں کے طور پر منتخب کیے گئے تھے، وہ اب اس کے برعکس تیز رفتاری کی مثالوں کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ آسٹریوی مبادلے کی بحالی پورے ۳۰ فی صدی تک پہنچ گئی ہے۔ روسی روپل سولے کی قدر مساوات کے قریب آ گیا ہے۔ اس کے برخلاف امریکہ میں سراسر مخالف کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ سابقہ اڈیشن میں یہ بتلایا گیا تھا کہ امریکی مبادلات خاص حدود کے اندر حرکت کرتے ہیں اور یہ حدود روانچی فنز کے مصداق اور زر کی دو میانی قدر کے اثر سے متقرر ہوتے ہیں۔ لیکن اب اس نئی مبادلات سے غیر محدود اور ناقابل تعین کمی بیشیوں کی ایسی مثالیں دستیاب ہوتی ہیں جو زمانہ حال کی بدترین مثالیں کہی جاسکتی ہیں۔ نظریہ مبادلات خارجہ کی

تحقیق واقعات کی رفتار کا مشکل ہی سے ساتھ دے سکتی ہے۔ خود واقعات کا تبصرہ خواہ کتنا ہی دلچسپ ہو، اُسے اس کتاب میں آسانی کے ساتھ نہیں داخل کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ اس کا مقصد تو نظریہ بیان کرنا ہے اور ہم عصر واقعات سے اس کو صرف یہ سروکار ہے کہ ان سے عام اسباب کی مثالیں ملتی ہیں۔ اس لحاظ سے جو نیا مواد دوسرے اڈیشن میں داخل کیا گیا ہے، وہ صرف امریکی مبادلات پر غور کرنے تک محدود ہے۔ ایسے پیچیدہ مسئلے کو کامل طور پر یا تاریخی حیثیت سے پیش کیا جاتا تو وہ ہمارے استدلال کی عام روانی کے مطابق نہ ہوتا۔ امریکہ میں زرکی حالت ایسی غیر معمولی ہے اور اُس کے متعلق صحیح واقفیت حاصل کرنا، ایسا مشکل کام ہے، نیز اس میں تبدیلیاں ایسی تیز رفتار سے واقع ہوتی ہیں کہ اگر اصلی واقعات کی مکمل تحقیق کی جاتی تو اس کا اتنا حجم ہو جاتا کہ اس کے لئے ایک جداگانہ کتاب کی ضرورت پیش آتی۔ پس اس کتاب کے جس حصے میں امریکی مبادلات سے بحث کی گئی ہے، اگر اُس کے متعلق کوئی اختلاف پیدا ہو تو اس کی بنا خود واقعات کی قطعی صحت نہ قرار دی جائے بلکہ وہ واقعات کی ایک مشترک بنیاد پر طریقی تفسیر کی صحت سے متعلق ہو۔ واقعات کو جہاں تک ممکن ہو سکا، احتیاط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور غلطی سے بچنے کی ہر ایک تدبیر اختیار کی گئی ہے۔ اگر کچھ بھی خاص حالات کے بیان کے متعلق کچھ شک محسوس ہو تو اس کی وجہ سے خود نظریے کے علمی تہیق میں کوئی شبہ نہ ہونا چاہئے۔

دوسری اہم تبدیلیاں جو اس اڈیشن میں کی گئی ہیں، وہ ان بابوں میں ملیں گی جن میں نام نہاد دو ناموافق مبادلات، اور دو مخالف توازن تجارت، کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے اور جن میں اعلیٰ شرح سود کے ذریعے سے اس صورت حال کا علاج کرنے کے امکان کی تحقیق کی گئی ہے۔ دو ناموافق مبادلات، اور دو مخالف توازن تجارت، یہ اصطلاحات ابھی تک جس طور پر زرکی کتابوں میں استعمال ہوتی ہیں، اس کے مطابق وہ کوئی ایسی صورت حال کا اظہار نہیں کرتیں جو کسی ملک کی خوش حالی کے عام لفظ نظر سے درحقیقت ناموافق ہوتی ہے بلکہ وہ صرف ایک خاص مجموعہ حالات کی طرف اشارہ کرتی ہیں جسے بنک کار اور تاجر کسی نام سے موسوم کرنے پر تیلے ہوئے

ہیں۔ ان اصطلاحات کے ٹھیک مفہوم کے متعلق ہماری ابتدائی عبارت ہی ایسی تھی کہ اس کے بعد زیادہ غلط فہمی کی مشکل ہی سے گنجائش باقی رہتی ہے۔ تاہم اب زیادہ سختی کے ساتھ ان اصطلاحات کے مفہوم کو محدود اور مخصوص کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ ایک بہت اہم بات ہے کہ کہیں لوگ یہ نہ فرض کرنے لگیں کہ معاشین اور دنیا کے بنک کاری کے درمیان کوئی حقیقی تفریق موجود ہے۔ حالانکہ اگر کوئی تفریق موجود تھی ہے تو وہ صرف نام میں ہے نہ کہ نظریے میں۔ جہاں تک مبادلات پر اعلیٰ شرح سود کی قوت کا تعلق ہے، اس بارے میں پہلے ادیشن کی بعض عبارتوں پر اعتراض کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ ان عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید زر کو مصنوعی طور پر ارزاں یا گراں بنانے کے خیال کی تائید کی جا رہی ہے اور جو جزو دراصل طلب و رسد کے باہمی اثر سے متعین ہونا چاہئے وہ شاید بنکوں اور افراد کے عمل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ اظہار مطلب کا جو طرز ہم نے اختیار کیا تھا، وہ اس اعتراض کا باعث ہوا ہو۔ بہر حال یہ مناسب معلوم ہوا کہ یہ مطلب اور زیادہ مکمل طور پر پیش کیا جائے۔ امید ہے کہ جو تبدیلیاں کی گئی ہیں، ان سے اس بارے میں ہر ایک غلط فہمی صاف ہو جائے گی۔ اور شرح بٹہ سے کام لینے میں انگلستان بنک کا اثر جن حدود کے اندر محدود ہے، اس کے متعلق جو خیالات پیش کیے گئے ہیں، ان سے ظاہر ہو گا کہ ہمارا منشا یہ نہیں تھا کہ انگلستان بنک کے اختیارات کو مبالغہ آمیز طور پر بیان کیا جائے۔

# فہرست مضامین

## مبادلات خارجہ

تمہید ..... ۱۰-۷

### پہلا باب

جن معاملات سے مبادلات خارجہ کا تعلق ہے ان کی تعریف اور ابتدائی تحقیق۔

۱

### دوسرا باب

مبادلات خارجہ کی بنیاد یعنی بین الاقوامی قرضداری کی تشریح۔

۸

### تیسرا باب

بین الاقوامی قرضداری بالآخر جن ہنڈیوں کی صورت اختیار کرتی ہے ان کی تحقیق۔

۱۶

## چوتھا باب

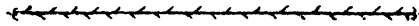
۲۹ خارجی ہنڈیوں کی قیمتوں میں جن مختلف عناصر قدر کی بدولت  
کی بیشی نمودار ہوتی ہے ان کی تفصیل۔

## پانچواں باب

۵۴ مبادلات خارجہ کی توجیہ کے متعلق چند خیالات۔

## چھٹا باب

۷۹ مبادلات خارجہ کے نام نہاد الاجوں پر ایک تبصرہ۔



# تعمیر

آئندہ صفحات میں جو تحقیق کی گئی ہے، اُس کا تعلق اُن مباحث سے ہے جن کے بارے میں یہ خیال بہت پھیلا ہوا ہے کہ وہ خاص طور پر خشک اور فنی ہیں۔ اس لئے معمولی اوقات میں لوگ مشکل ہی سے انھیں سننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ جب کبھی کوئی خاص اجتماع حالات انھیں نمایاں اور غیر معمولی طور پر ہمارے پیش نظر کر دے اور جب یہ ظاہر ہونے لگے کہ وہ عام مفاد اور اہمیت والے واقعات پر اثر ڈالتے یا اُن کی توضیح کرتے ہیں تب ان مضامین کے اظہار کا جو موقعہ ہے اُسے نہ چھوڑا جائے۔ معاشین کی نظر میں مبادلات خارجہ مختلف ملکوں کے مابین توازن تجارت کا گویا ایک اشاریہ ہے۔ بینک کاروں اور تاجروں کے نزدیک وہ گویا ایک قابل اعتماد بار ہما ہیں جس سے بازار زر کی حالت، اعتبار کی پختگی، سود کی شرح، اور مختلف ملکوں میں گردش زر کی اضافی حالت ان سب باتوں کا پتا چلتا ہے۔ جو گ ہمیشہ مبادلات خارجہ کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور ان کی تحقیق نہ صرف معاشین کے بلکہ بینک کاروں اور تاجروں کے نقطہ نظر سے بھی کرتے ہیں، ان کے لئے تو حالت زر کا ہر پہلو اور ہر تجارتی واقعہ ایک ایسا موقع ہما کر دیتا ہے جبکہ وہ واقعات کی کسوٹی پر اپنے نظریوں کی تصحیح کر سکتے ہیں۔ لیکن اس مضمون کی زبردست اہمیت جس توجہ کی مستحق ہے اس کو دیکھتے ہوئے خود بڑے بڑے بینک کاروں اور تاجروں میں ایسے اشخاص جو اس سے مانوس ہوں، بہت کم ہیں، بجز اُن لوگوں کے جو صرف یا زیادہ تر بین قومی معاملات میں لگے رہتے ہیں۔

البتہ معاملات زر کی موجودہ صورت حال ایسی ہے کہ اس میں مبادلات خارجہ کا اثر غیر معمولی اور خلاف توقع پڑ رہا ہے۔ اس لیے خیال یہ ہے کہ یہ موقع اس بحث کیلئے جو بہ صورت دیگر غیر دلچسپ اور بے ضرورت سمجھی جاتی، خصوصیت کے ساتھ موزوں ہے۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ کوئی قطعی نظریے پیش کئے جائیں۔ بلکہ چند واقعات کی طرف توجہ مبذول کرانی جائے۔ یہ ایسے واقعات ہیں جو عام طور پر خصوصیت کے ساتھ پیچیدہ اور ناقابل فہم خیال کئے جاتے ہیں لیکن اگر احتیاط کے ساتھ ان کی تشریح اور توضیح کی جائے تو وہ ایک سادہ شکل میں اس طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں کہ لوگ عام طور پر ان سے اتفاق کریں۔

ہمارا بازار زر اور ہماری بیرونی تجارت جن قوانین کے تابع ہیں، ان کے بارے میں صحیح اور جامع رائے قائم کرنے کے لیے چند اصولوں کا ٹھیک طور پر سمجھ لینا قطعی ناگزیر ہے۔ اگر ان اصولوں کو بہتر اور زیادہ واضح طریقے پر سمجھانے میں یہ کتاب کسی طرح معاون ہو تو اس کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

اس کتاب میں جن معاملات پر بحث کی گئی ہے، ان سے ناظرین کو کس حد تک پہلے ہی واقفیت حاصل ہوگی نیز وہ کس نقطہ نظر سے اس مضمون پر غور کرنے کے عادی ہوں گے، ان امور کا فیصلہ کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ اس تفتیش میں دلچسپی لینے والے ناظرین کا جس طبقے سے تعلق ہو، اسی کے مطابق یہ تحقیق کئی جہد کا نذر اصولوں پر کی جاسکتی ہے۔ اس لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا جو سب کے لئے برابر اطمینان بخش ہو، آسان نہیں ہے۔ اگر ہمارا خطاب ایسے لوگوں سے ہو جو خود نظری طور پر اس مضمون کا مطالعہ کر چکے ہوں تو ایسی صورت میں بہت سی باتیں پہلے سے فرض کر لی جاسکتی ہیں۔ کیونکہ ان باتوں کی توضیح غیر ضروری اور تکان کا باعث ہوگی بلکہ اس کی وجہ سے جو مسائل اور نظریے زیادہ دلچسپ ہیں، ان کی تحقیق دشوار ہو جائے گی۔ اور اگر اس کے برخلاف عام پبلک اس مباحثے میں شریک ہونے والی ہو تو پھر اس کے برعکس تجویز اختیار کرنا یعنی یہ فرض کرنا کہ اسمعی مضمون کے ابتدائی آیات اور نایاں خصوصیات ہی صاف اور صحیح طور پر نہیں سمجھے گئے ہیں، ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس مفروضے کے تحت مناسب یہ ہوتا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے باقاعدہ اور

مکمل طریقہ پر آگے بڑھیں، خواہ اس کی وجہ سے بہت سی ایسی باتیں بیان میں آنے کا اندیشہ ہو جو بعض لوگوں کی رائے میں خاموشی کے ساتھ چھوڑ دی جا سکتی تھیں۔ ایک تیسرا اور بالکل جداگانہ راستہ ان لوگوں کے لیے بہت سوزوں ہو گا جو ایک طرف تو مبادلاتِ خارجہ سے خوب عملی واقفیت رکھتے اور اس وجہ سے حیثیتِ واقف کار اشخاص کے مخاطب کئے جا سکتے ہیں، لیکن دوسری طرف کسی طرح اپنے تجربات کو مرتب نہیں کیا ہے اور نہ اپنے مشاہدہ کئے ہوئے واقعات سے کوئی نتائج اخذ کئے ہیں۔ مبادلاتِ خارجہ معاشین کے لیے بھی اسی طرح دلچسپی کی چیز ہیں جس طرح کہ عام ناظرین کے لیے۔ لیکن زیادہ تر قوم کے تجارتی پیشہ افراد ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں کیونکہ وہ محسوس یا غیر محسوس طریقے پر ہمیشہ ان سے متاثر ہوتے ہیں یہی وہ طبقہ ہے جسے اس کتاب میں خاص طور پر مخاطب کیا گیا ہے۔

کیونکہ اس میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ مبادلاتِ خارجہ کے تعلقات خود ہمارے بازارِ زر سے، نیز عام بین قومی معاملات سے، واضح کئے جائیں اور بعض مبہم اور غیر یقینی خیالات کو جن میں یہ مضمون گھرا ہوا ہے، صاف اور واضح طور پر پیش کیا جائے۔ اس لحاظ سے تو یہ تحقیق تجارتی نقطہ نظر سے اور تجارتی مسائل پر روشنی ڈالنے کی خاص نیت سے کی گئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی مولف نے یہ کوشش کی ہے کہ اسکے دلائل اتنے ٹھیک ہوں کہ علمی اور نظری حیثیت سے مطالعہ کرنے والوں کو شکایت نہ ہو اور اس کی مثالیں اور توضیحات اتنی پھیلی ہوئی ہوں کہ عام اور غیر فاضل ناظرین بھی اس کے مطلب کو سمجھ سکیں۔ اس کام کے لیے اس کی اہلیت صرف یہ ہے کہ اُسے قسم قسم کے بین قومی معاملات کو بہ کثرت مطالعہ کرنے اور مبادلاتِ خارجہ کے ہر مختلف پہلو کے اثر کو عملاً محسوس کرنے کے روزمرہ موقعے ملتے رہتے ہیں بغیر ایسے موقعوں کے یہ کام بہت دشوار ہے کہ جو مختلف رائیں نظری طور پر قائم کی جاتی ہیں، ان کی تصحیح اور امتحان کیا جائے۔ لیکن مولف کو یہ احساس ہے کہ ایسے موقعوں سے مدد ملنے پر بھی شاید وہ اس کام کا اہل نہ ثابت ہو۔ اُس نے جس نیت سے اس کام میں ہاتھ ڈالا ہے، وہ اُس کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ مضمون فوری توجہ اور اظہارِ خیالات

کا محتاج ہے اور اس کی یہ امید ہے کہ اس راستے میں جو ناقص کوشش بھی  
کی جائے گی، وہ مزید اور زیادہ قابل تفتیش کے لئے راستہ کھول دے گی۔

← (۵) →

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مبادلات خارجہ

### پہلا باب

جن معاملات سے مبادلات خارجہ کا تعلق ہے اسکی تعریف اور اہمیت کی تحقیق

مبادلات خارجہ کے دلچسپ مسائل پر غور کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو وضاحت کے ساتھ اس اصطلاح کا عام مفہوم بیان کر دیا جائے۔ واضح ہو کہ در مبادلات خارجہ کے الفاظ ہی بجائے خود مبہم اور ذوسمعی ہیں کیونکہ وہ زیادہ تر خود مبادلات کو نہیں بلکہ شروع مبادلات کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ نفس معاملات پر دلالت نہیں کرتے بلکہ جن قیمتوں پر یہ معاملات طے ہونے میں ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جب کبھی اصطلاحی زبان میں کہا جاتا ہے کہ مبادلات چڑھ رہے ہیں یا گر رہے ہیں یا مفہام زپر ہیں تو اس سے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ خارجی ہنڈیوں کے خریداروں اور فروشدندوں کے درمیان کن شرائط پر معاملات طے ہو رہے ہیں اور ان میں کیا کیا کمی بیشی ہو رہی ہے۔ بہر حال مبادلات کی شرحوں کا حال معلوم کرنے سے پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ خود مبادلات کے نفس مضمون کی تحقیق کی جائے۔ اور اجمعی طرح ذہن نشین کر لیا جائے کہ وہ کیا چیز ہے جس کی خرید و فروخت ہوتی ہے جو منتقل کی جاتی ہے، یا جس کا مبادلہ ہوتا ہے۔ اگر معاملہ کے عملی پہلو پر نظر ڈالیں تو جس نفس مضمون

کی ہمیں تلاش ہے، وہ خارجی ہنڈیوں کی شکل میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اور خارجی ہنڈیوں سے مراد وہ ہنڈیاں ہیں جو بیرونی مالک میں ادا شدنی ہوتی ہیں۔ لیکن ہم اس توضیح کو نسبتاً بڑے اصطلاحی اور زیادہ آسان الفاظ میں بھی پیش کر سکتے ہیں۔ مبادلہ کا نفسِ ضمنی دراصل ایک فرضی ہونا ہے جس کی ذمہ داری ایک بیرونی شخص پر اور جس کی ادائیگی خود اس کے ملک میں لازم ہوتی ہے۔ فرض خواہ اس فرضی کو ایک تیسرے شخص کے ہاتھ منتقل کر دیتا ہے جو اس بیرونی ملک کو روپیہ روانہ کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ غالباً ایک چوتھے شخص کا جو اس مقام کا باشندہ ہے فرض دار ہے اور اُسے اپنا فرض ادا کرنا ضروری ہے۔ بل صاحب نے اس تمام عمل درآمد کو مندرجہ ذیل اقتباس میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے:-

”انگلستان کا ایک تاجر ا انگریزی ایشیا کا ایک پارسل فرانس کے کسی تاجر ب کے نام روانہ کرتا ہے۔ فرانس کا کوئی اور تاجر ج فرانسیسی چیزوں کا ایک پارسل انگلستان کے ایک اور تاجر د کے نام روانہ کرتا ہے۔ فرض کرو کہ ان دونوں پارسلوں کی قیمت مساوی ہے۔ اب یہ بات صریحاً غیر ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ایک طرف ب کے نام فرانس سے انگلستان کو روپیہ روانہ کرے اور دوسری طرف د ج کے نام آسٹری روپیہ انگلستان سے فرانس بھجوائے۔ ظاہر ہے کہ ایک فرض اُس دوسرے فرض کی ادائیگی کے کام آسکتا ہے۔ اور اس طرح د و طرفہ آمد و رفت کے مصارف اور خطرات سے بھی نجات حاصل ہوتی ہے۔ لہذا ب کے نام اسی قدر رقم کی ایک ہنڈی لکھتا ہے جس قدر کہ ب کے ذمہ واجب الادا ہوتی ہے۔ د کو چونکہ اسی قدر رقم فرانس میں ادا کرنا ہے لہذا وہ ا سے اس ہنڈی کو خریدتا ہے اور ا سے ج کے پاس روانہ کر دیتا ہے جو ہنڈی کی میعاد کے اختتام پر ا سے ب کے پاس ادائیگی کے لئے پیش کرتا ہے۔ اس طرح فرانس کا فرض انگلستان کو اور انگلستان کا فرض فرانس کو دونوں ادا ہو جاتے ہیں اور لطف یہ کہ رتی برابر بھی سونا یا چاندی ایک ملک سے دوسرے ملک کو روانہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔“

ذکورہ بالا توضیح سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عملی طور پر یہ معاملات ہنڈیوں کے توسط سے طے پاتے ہیں۔ لیکن ہماری تحقیق کے اندر اسی مدارج کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ خیال بھی ہمیں قبل از وقت معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ابھی اس کو نظر انداز کرنا ہی بہتر ہے۔ اگر ہم معاملہ کو پہلے پہل اس نقطہ نظر سے دیکھیں کہ وہ فرضوں اور مطالبات کا ایک سیدھا سا وہ مبادلہ ہے اور اس بات کی فکر

نہ کریں کہ یہ مبادلہ کن چیزوں کی وساطت سے عمل میں آتا ہے تو ہمارے لئے یہ طریقہ زیادہ آسان ثابت ہوگا۔ سب سے زیادہ عام شکل میں یہ صورت حال حسب ذیل طریقہ پر بیان کی جاسکتی ہے:-

بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے قوم کے بعض افراد بیرونی ممالک کے تاجروں کے قرضدار بن جاتے ہیں۔ سیکے روانہ کرنے میں جو تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اور جو خطرات اور مصارف لاحق ہوتے ہیں، ان سے بچنے کے لئے یہ لوگ قوم کے چند اور افراد کی تلاش کرتے ہیں جو اسخی بیرونی ممالک سے اسی قدر رقموں کے قرض خواہ ہوں۔ اور ان قرضوں کو خرید کر اپنے خارجی فرسخو اپوں کے سپرد کر دیتے ہیں تاکہ اس طرح خود ان کا قرضہ ادا ہو جائے۔ اور اگر دونوں ممالک کے باہمی قرضوں کی مجموعی رقمیں ہر لحاظ سے ایک دوسرے کے مساوی ہوں یعنی دونوں کی مقدار مساوی ہو، ادائیگی قرضہ کی میعاد ایک دوسرے کے مطابق ہو، اور دونوں کی ادائیگی میں ایک ہی قسم کا زر استعمال ہونا ہو۔ تو ایسی صورت میں بلا کسی دقت کے ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ اس قسم کے مبادلہات کے خریدنے والے فروشندوں کو کس قدر رقم ادا کریں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ رقم ادودہ جو منتقل شدہ مبادلہات کے تحت بیرونی ملک میں ادا شدنی ہے، دونوں برابر ایک دوسرے کے مساوی ہوں گے۔ خریداروں کو جس قدر رقم درکار ہے ٹھیک اسی قدر رقم فروشندوں کے پاس موجود ہے۔ مزید برآں اول الذکر کو جس وقت وہ رقم مطلوب ہے ٹھیک اسی وقت آخر الذکر اس کی فراہمی پر آمادہ ہیں۔ پس ایسی صورت میں کوئی وجہ نہیں ہے جس کے اثر سے قیمت میں تغیر واقع ہو یا مبادلہات خارجہ کی شرحوں میں کسی قسم کی کمی بیشی نمودار ہو، گویا اصطلاحی زبان میں یہ مبادلہات ہمیشہ حالت مساوات میں رہیں گے۔ لیکن اس کی برعکس صورت میں جو بات ہمارے پیش نظر ہوتی ہے، وہی دراصل ہمارے اس مباحثہ کی جان ہے۔ مبادلہات خارجہ میں جس قدر کمی بیشی یقیناً وقوع پذیر ہوتی ہے، وہ اس عدم مساوات کا لازمی نتیجہ بھی ہے اور یقینی علامت بھی جو مختلف ممالک کی باہمی قرضداری کے درمیان موجود ہوتی ہے۔ یہ عدم مساوات یا تو واجب الادا رقموں کی مقدار میں ہوتی ہے یا ادائیگی قرضہ کی میعاد میں یا اس باہمی نسبت میں جو ایک ملک کے زر کو دوسرے ملک کے زر کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔

اگر ہم مبادلہات زیر بحث کی اس طرح توضیح کریں کہ وہ مختلف ممالک کے سکوں کا باہمی مبادلہ ہے جیسے کہ ساورن کا فرانک سے، یا فلارن کا ڈالر سے، تو شاید یہ طریقہ زیادہ آسان معلوم ہو۔ بالخصوص اس لئے کہ یہ معاملات عام طور پر عملاً ہی صورت اختیار کرتے ہیں۔ لیکن اگر

مبادلات خارجہ کی تعریف اس طور پر محدود کر دی جائے تو ان کا ایک نہایت ہی اہم اور دراصل ضروری پہلو پس پشت پر جاتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر تمام ممالک میں ایک ہی قسم کا سکہ اختیار کیا جائے تو پھر بھی بیرونی ممالک کے خلاف جو مطالبات ہونگے ان کی قیمتوں میں اختلاف ہوگا۔ ایک طرف تو ان لوگوں کا گروہ ہونا ہے جو بیرون ملک رقم روانہ کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف ایسے لوگوں کی جماعت ہوتی ہے جن کی رقمیں بیرونی ممالک میں موجود ہوتی ہیں اور جنہیں بیخبر حاصل رہتا ہے کہ جس وقت چاہیں اپنی رقمیں منگوائیں۔ اول الذکر طبقہ کی طرف سے رقم کی طلب پیش ہوتی ہے اور آخر الذکر طبقہ کی جانب سے اس کی رسد بہم پہنچائی جاتی ہے۔ اب اگر اتنی ہی سے کسی وقت طلب بمقابل رسد کے زیادہ ہو تو قیمت پر بڑھوتری دینا ہوگا اور اگر کم ہو تو اس پر بیٹہ لگے گا۔ غرض جس حالت کو عرف عام میں مبادلات خارجہ کے چرٹھے اور گرنے سے تعبیر کرتے ہیں، اس کا سب سے پہلا سبب یہی طلب و رسد کی عدم مطابقت ہے۔

کسی خاص دن یا کسی مقررہ موسم کے دوران میں رقم کی بہت بڑی مقدار مطلوب ہوتی ہے تاکہ قرضوں کی ادائیگی کے لئے باہر روانہ کی جاسکے۔ فرض کرو کہ انگلستان فرانس کا بہت زیادہ قرضدار ہے۔ اور ادائیگی قرضہ کا وقت آ پہنچا ہے۔ اسی وقت اتفاق سے مخالف سمت کی تجارت میں جس کی وجہ سے فرانس انگلستان کا قرضدار بن جاتا ہے، بہت کم کاروبار ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد نسبتاً کم ہے جن کی رقمیں بیرون میں موجود ہوں تاکہ وہ ان اشخاص کے ہاتھ منتقل کی جاسکیں، جنہیں وہاں رقمیں سچو انا ضروری ہے۔

بالفاظ دیگر تاجروں کی اصطلاح میں فرانس کے خلاف ہنڈیاں رکھنے والے کم ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان معمولی سی ہنڈیوں کے لئے خوب سہولت ہوتی ہے۔ جو لوگ ان پر کافی بولی نہیں لگاتے انہیں وہ تمام مصیبتیں چھیلتا پرتتی ہیں جو سواروانہ کرنے میں پیش آتی ہیں۔ ورنہ وہ اپنے وعدوں کو بروقت پورا نہیں کر سکتے۔ اس طرح جن لوگوں کے پاس فروخت کے لئے ہنڈیاں موجود ہوتی ہیں، وہ ان کی قیمت مساوات سے زیادہ معاوضہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر مبادلات حالت مساوات میں ہوتے، یعنی اگر دونوں ملکوں کی باہمی قرضداری بالکل مساوی ہوتی تو خریدار اور فروشنده، دونوں اس معاملے میں برابر فائدہ اٹھاتے۔ لیکن موجودہ حالت میں کل کا کل فائدہ صرف فروشنده کے حصہ میں آتا ہے کیونکہ اس کے پاس ایک ایسے مقام میں رقم موجود ہے جہاں وہ خریدار کو مطلوب ہے۔ اور اگر فروشنده یہ رقم اس کے ہاتھ فروخت نہ کرے تو

خریدار اس بات پر مجبور ہو گا کہ جو کچھ اخراجات لاحق ہوں برداشت کر کے خود ہی اس مقام پر رقم روانہ کرے۔ غرض موجودہ مثال میں یہ انتظام فریقین کے لئے باعث سہولت نہیں ہے بلکہ خریداروں کی باہمی سہولت کی وجہ سے یہ تمام سہولت صرف فرد شدہ کے حصہ میں آتی ہے۔

۷ بہر حال دوسرے معاملات کی طرح یہ معاملہ بھی طلب و رسد کے باہمی اثر سے طے پائے گا۔ موجودہ مثال میں چونکہ فرانس کے خلاف ہنڈیوں کی تعداد کم ہے لہذا ان کی قیمتوں پر بڑھوتری دینا ہو گا۔ برخلاف اس کے جو لوگ فرانس سے رقمیں منگوانا چاہتے ہیں، اگر وہ تعداد میں کم ہوں اور ان اشخاص کی تعداد زیادہ ہو جو ہاں رقمیں بھجوانا چاہتے ہیں تو ایسی صورت میں فرانس والی ہنڈیوں کی قیمت پر بڑھ گئے گا۔ غرض مبادلات خارجہ کے تغیرات اور کئی پیشوں کی یہ نہایت ہی ابتدائی مثالیں ہیں۔ ان مبادلات کی حقیقی نوعیت کو وضاحت کے ساتھ ذہن نشین کرنے کے لئے اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ کیوں نمودار ہوتے ہیں یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ابتدا میں بہت سی متعلقہ مگر غیر ضروری باتوں کو نظر انداز کر دیں۔ اور نہایت مضبوطی کے ساتھ اس عام اصول پر چرچے نہیں کہ فی الحقیقت جن چیزوں کا مبادلہ کیا جاتا ہے وہ زر کی دو مساوی مقداریں ہیں جو دو مختلف مقامات میں موجود ہوتی ہیں۔ جہاں تک مبادلات خارجہ کے معمولی اور سیدھے سادے کاروبار کا تعلق ہے، صورت حال جیسے یہی ہوتی ہے۔ اور دوسرے جس قدر پیچیدہ کاروبار ہیں، وہ سب اسی سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ بطور پیشگوئی کے یہاں ہم صرف اس قدر بتانا چاہتے ہیں کہ کاروبار مبادلہ کی اس سادہ ترین شکل کے مقابل اس کی پیچیدہ ترین صورت وہ ہونگے جبکہ ایک فریق تو فوراً رقم ادا کر دے لیکن دوسرا فریق اسکے معاوضہ کی مساوی رقم تین ماہ بعد حاصل کر سکے۔ ایک طرف تو رقم زر طلائی میں ادا ہو سکتی دوسری طرف اس کے معاوضہ میں زر نقرئی ملے۔ ایک جانب تو ادائیگی شک و شبہ سے قطف پاک ہو

۸ کیونکہ وہ فوراً وقوع پذیر ہوتی ہے اور دوسری جانب ادائیگی میں اشتباہ کی گنجائش ہو کیونکہ اس میں کچھ مدت تک انتظار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس صورت میں مبادلہ کی دونوں رقموں کے درمیان مساوات قائم رکھنے کے لئے گئی ایک باتوں کا لحاظ کرنا پڑے گا مثلاً ایک نویدیکھنا چاہئے کہ سونے اور چاندی کی اس وقت اضافی قیمتیں کیا ہیں دوسرے یہ کہ تین ماہ تک انتظار کرنے سے کس قدر سود کا نقصان ہو گا۔ تیسرے یہ کہ نقد رقم دیکر کاغذ کا ایک ٹکڑا (جو اس بات کی نشانی ہے کہ رقم مندرجہ تین ماہ بعد وصول طلب ہوگی) حاصل کرنے میں کتنی قدر فخر برداشت کرنا پڑے گی۔ وہ باتیں ہیں جن سے مبادلہ

متنازعہ ہوتے ہیں اور جبکہ بدولت میں مضمون استغیر پر جمید ہو جاتا ہے کہ ہمیشہ معاملہ کی اصلیت کو سمجھ لیا جانے کا اندیشہ نگہ رہتا ہے۔ مبادلات خارجہ کی حالت پر بحث کرنے میں بعض اذقات چند امور کی طرف بہت زیادہ توجہ کی جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ مختلف ممالک میں زر کی کیا قدر ہے۔ ہر ایک کے پاس فلز کی کس قدر مقدار موجود ہے، ہر ایک کے زر کا نفعی کی کیا حالت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مبادلات کی کئی کئی چیزیں پر ان باتوں کا بہت کچھ اثر پڑتا ہے اور اس لحاظ سے وہ کافی اہمیت بھی رکھتی ہیں لیکن باوجود اس کے ایک دوسرے کی اضافی قرضداری کا سوال ان سب پر خالق ہے اور وہی مبادلات کی کئی بیشی کا سبب سے پہلا اور اہم ترین عامل ہے یہی وجہ ہے کہ جب حیثیت مجموعی اس مضمون کا مطالعہ کرنا مقصود ہو تو سب سے پہلے بین الاقوامی قرضداری کا مفہوم و وضاحت کے ساتھ ذہن نشین کر لیا جائے اور اچھے طور پر معلوم کر لیا جائے کہ وہ کن اجزا سے مرکب ہوتی ہے اور اس کی بدولت کس قسم کے مختلف اذقات پیش آتے ہیں۔ چونکہ ہم اس ابتدائی سوال کو جس پر تمام مسئلہ مبادلات خارجہ کی بنیاد ہے، صحیح طور پر ذہن نشین کر لیں اور اس بات سے واقف ہو جائیں کہ کیوں کر اور کن مختلف طریقوں سے مختلف ممالک ایک دوسرے کے قرضدار بنتے ہیں تو پھر ہم اس بات پر غور کر سکتے ہیں کہ جب نصفیہ کا وقت آتا ہے اور قرضداروں اور ہنڈیوں کے اندر معین ہو جائے تو یہ قرضداری کونسی شکل اختیار کرتی ہے۔ اس کے بعد ہمیں خود یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ ان ہنڈیوں کی شکل اور نوعیت کیا ہے، کیوں کر ان کی خرید و فروخت ہوتی ہے، کن مختلف اثرات کے تحت ان کی قیمت معین ہوتی ہے، ان میں بار بار جو کئی بیشی نمودار ہوتی ہے اس کے کیا سبب ہیں مبادلات خارجہ کے موافق یا مخالف ہونے سے کیا مراد ہے اور اس اصطلاح کی کیا اہمیت ہے اور آیا مبادلات کی حالت میں الاقوامی کاروبار کی صحیح نشانی ہے۔ پہلے تو ہم ان قرضوں ہی کا حال معلوم کریں گے اور یہ دیکھیں گے کہ آخر میں وہ کیوں کر ان ہنڈیوں کی شکل اختیار کرتے ہیں جو اس قدر بیشتر تعداد میں ہمیشہ ہماری نظروں کے سامنے آتی ہیں۔ بعد ازاں ہم تحقیق کر سکیں گے اور اس طرح تحقیق کرنا ہمارے لئے ضروری بھی ہے کہ آیا یہ ہنڈیاں فوراً ادا شدنی ہیں یا آئندہ کسی مدت معینہ کے بعد آیدے۔ آخری کاروبار کی نشانی ہیں یا تجارتی غلطیوں کے باعث، جس زور میں ہنڈیاں ادا شدنی ہیں اس کا آثار ان تمام باتوں کا ہنڈیوں کی بدل پائی پر کیا اثر پڑتا ہے۔ پھر ہم یہ تحقیق کریں گے کہ کن حالات کے اثر سے بیرونی ممالک کے خلاف ہنڈیوں کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ اور کیوں کر ہم

9

10

اس طلب کو روک سکتے یا بڑھا سکتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنی تحقیق کے اختتام پر بہت سے اہم مسائل تک جن پر اہل ذر کے حلقوں میں چند روز سے بہت زیادہ خیال آرائیاں ہو رہی ہیں، آہنچین آئے۔ مثلاً یہ کہ سونے کی برآمد کو روکنے کے لئے اعلیٰ شرح سود کہاں تک موثر ہو سکتی ہے، بیسرونی افس داروں کا جو انگلستان کے خلاف ہنڈیوں کے مالک ہوتے ہیں، ہمارے بازار زر پر کس حد تک اثر پڑ سکتا ہے، بجائے اس کے کہ ہر ہنڈی اپنی اپنی معیاد کے اختتام پر بچھائی جائے، پھر وہ سب کی سب وقت واحد میں بچھانے کی غرض سے بازار زر میں لائی جائیں تو ایسی صورت میں کیا نتیجہ برآمد ہو گا۔ غرض اسی نوعیت کے بہت سے معاملات ہیں جو محض نظری یا مجرد مسائل کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ ہر ایسے شخص کے لئے جو تجارتی کاروبار میں مصروف ہو عملاً نہایت ہی اہم ہیں۔



## دوسرا باب

11

### مبادلات خارجہ کی بنیاد یعنی بین الاقوامی قرضداری کی تشریح

یہ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ مبادلات خارجہ کا سب سے پہلا غور طلب جزو بین الاقوامی قرضداری ہے۔ اور چونکہ جو مبادلات اس وقت ہمارے زیر غور ہیں، وہ مطالبات یا قرضوں کے مبادلات ہیں، لہذا اگر ہم ان قرضوں کے آغاز اور ان کی نوعیت کی تحقیق کریں تو اس سے ہمارے مضمون پر بہت کچھ روشنی پڑ سکتی ہے۔

بسا اوقات لوگ غلطی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ قرضے محض خارجی اشیاء کی درآمد سے پیدا ہوتے ہیں۔ توازن تجارت کو وہ محض درآمد و برآمد کا ایک مسئلہ تصور کرتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اس وقت نمودار ہوتا ہے جبکہ ان میں سے کسی ایک کی مقدار بمقابل دوسرے کے زیادہ ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرضوں کا انحصار محض درآمد و برآمد پر نہیں ہے۔ قبل اس کے کہ ہم دو ملکوں کی باہمی قرضداری کا صحیح اندازہ کر سکیں، ضروری ہے کہ ان دونوں کے درمیان جس جس قسم کے جس قدر کاروبار ہوں، ان سب کا بہ غور مطالعہ کیا جائے۔

اس مطالعہ کی بدولت ہم یہ معلوم کر سکیں گے کہ دو ملکوں کی باہمی قرضداری کا باعث محض مبادلہ پیداوار نہیں بلکہ اور بھی متعدد قسم کے کاروبار ہیں۔ ان کا وہ بار کی وجہ سے ایک قوم کو دوسری قوم کی خاطر کچھ کچھ مصارف برداشت کرنا پڑتے ہیں، خواہ ان مصارف کا باعث پیداوار اور مصنوعات کی بہم رسانی ہو یا تجارتی کمپنیوں کے حصص اور تمسکات کی فروخت ہو، یا منافع، کمیشن اور اسی قسم کے

12

دوسرے مطالبات کا تصفیہ ہو، یا بیرونی اشخاص کی سکونت یا سیر و تفریح کے اخراجات ہوں۔ غرض دو ملکوں کے درمیان جس جس قسم کے کاروبار ہوتے ہیں اور ان کاروبار کی وجہ سے ہر ایک کو جس قدر اخراجات لاحق ہوتے ہیں ان سب کا مجموعی نتیجہ ان دونوں کی باہمی قرضہ لادی ہے۔ روپیہ قرض لینے کے خیال کو یہاں نظر انداز کر دینا چاہئے۔ کیونکہ اس وقت ہمیں جس چیز سے تعلق ہے وہ محض ذمہ داری ہے۔ اور قرضہ داری خواہ کسی طرح نمودار ہوئی ہو، اس کا اثر ہر صورت میں یکساں ہوتا ہے۔

جب ایک ملک پر دوسرے ملک کا کچھ روپیہ واجب لانا ہوتا ہے تو خواہ اس ذمہ داری کا کچھ ہی سبب ہو، نتیجہ بالکل وہی ہوگا جو مال و سامان کی درآمد کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ ممکن ہے کہ دو ملکوں کی عام قرضداری تو بالکل ایک دوسرے کے مساوی ہو لیکن ہر ایک کے مال کی درآمد و برآمد کی مقداریں جداگانہ ہوں۔ ممکن ہے کہ ایک ان میں سے بہت زیادہ چیزیں خریدے اور خود اس قدر چیزیں دوسرے کے پاس روانہ نہ کرے۔ مثال کے طور پر فرض کیجئے کہ اول الذکر ملک میں تین ملین پونڈ زیادہ مال کی درآمد ہوئی ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ چوتھم اس کاروبار کی بدولت تین ملین پونڈ کی قرضخواہ بن گئی ہے وہ ان میں سے ایک ملین پونڈ تو اپنے ان افراد کے سپرد کرے جو قرضدار ملک میں سکونت پذیر ہو گئے ہیں یا وہاں سیر و تفریح میں روپیہ صرف کر رہے ہیں۔ دوسرے ملین سے وہ قرضدار ملک کے سرکاری تمسکات خرید لے اور تیسرا ملین آخر الذکر ملک کے مطالبات جہاز رانی ادا کرنے میں لگا دے۔ یہاں ہم پر فرض کر لیتے ہیں کہ اس ملک کے باشندوں کو جہاز رانی میں بہت زیادہ تفوق حاصل ہے) اس طرح ان دونوں ممالک کے درمیان پھر توازن قائم ہو جائے گا۔ دونوں کی باہمی قرضداری مساوی ہو جائے گی۔ اور تجارت کا توازن کسی فریق کے مخالف نہ ہوگا۔

اگر ہم اس قسم کے بین الاقوامی کاروبار کی تحقیق میں کسی قدر زیادہ تفصیل سے کام لیں تو چندان نامناسب نہ ہوگا۔ اس غرض سے ہم خارجی قرضوں کی مثال کو لیکر تحقیق کریں گے کہ مبادلات خارجہ پر ان کا کیا اثر پڑتا ہے۔ جب ایک ملک کسی دوسرے ملک سے قرضہ حاصل کرتا ہے تو جہاں تک خارجی مبادلات کا تعلق ہے اس بیرونی قرضہ کا یہ اثر ہوگا کہ توازن تجارت قرض گیر ملک کے نہیں بلکہ قرض دہندہ ملک کے مخالف ہو جائے گا۔

ابھی شک نہیں کہ قرض گیر نہ کو بالآخر یہ قرضہ ادا کرنا پڑے گا لیکن جس وقت وہ حاصل کیا جاتا ہے قرض گیر نہ اور قرض دہندہ ممالک پر اس کا علی الترتیب بالکل وہی اثر پڑتا ہے جو اشیاء کی برآمد و درآمد کا۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ قرض لینے والے ملک سے اس کے تمسکات کی برآمد اور

قرض دینے والے ملک میں ان کی درآمد ہوتی ہے پس جہاں تک توازن تجارت کا تعلق کسی بھی بیرونی ملک سے فائدہ حاصل کرنا گویا اپنے مال کی درآمد میں اضافہ کرنا ہے یہی وجہ سے کہ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات جب کسی ملک کی قرضداری اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس کی ادائیگی کے لئے سونا چاندی روانہ کئے جاسکتے ہیں اور زر مکی مال کی درآمد میں کافی اضافہ کیا جاسکتا ہے تو ایسی صورت میں توازن قائم کرنے کے لئے خارجی قرضہ کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ قرضدار ملک کے پاس جب کوئی اور وسائل باقی نہیں رہتے جن سے وہ اپنے بیرونی قرض کو مٹائیں تو وہ اپنے سرکاری تمسکات جو خاص اسی غرض سے تیار کئے جاتے ہیں روانہ کر دیتا ہے۔ گویا بجائے مال و سامان کے ایسے ملک سے تمسکات کی درآمد ہوتی ہے۔ روس کئی مرتبہ اس ترکیب پر عمل سراہا ہو چکا ہے۔

برخلاف اس کے یہ بھی ممکن ہے کہ کسی قوم کے پاس اصل کی بہت فراہم اور ضروریات کی اکثر چیزیں اندرون ملک و مینیاں ہونے سے وہاں بیرونی سامان کی بہت کم درآمد ہوتی ہو لیکن خود ملک کی نئی ہونی چیزیں کثیر مقدار میں باہر روانہ کی جاتی ہوں۔ ظاہر ہے کہ جس ملک میں اس قسم کے حالات موجود ہوں گے پڑوس کے تمام ممالک اس کے قرضدار بن جائیں گے۔ لہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں توازن کیونکر برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے جو ابھی اوپر بیان ہو چکی ہے موجودہ مفروضہ کے مطابق قرضداری حد سے تجاوز نہیں کر گئی ہے بلکہ ابھی اس کا انتظام کرنا ممکن ہے جس ملک میں یہ حالات موجود ہوتے ہیں وہ توازن قائم رکھنے کی غرض سے بسا اوقات مختلف قسم کے قرضوں، حصص، اور تمسکات کا مخمینی خریدار بن جاتا ہے اور اس کے ہاں ان تمام چیزوں کی درآمد ہونے لگتی ہے۔ اس کی مصنوعات کے معاوضہ میں ریلوے ڈیپچر ادا کئے جاتے ہیں۔ اور جس قدر رقمیں دوسرے ممالک اس کے مال کی خریداری پر صرف کرتے ہیں وہ ان کو بیرونی ممالک کے صارفوں میں خرچ کر دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب کبھی کسی ملک کو بیرونی تمسکات خریدنے کا جذبہ آگیا ہے تو اس کے توازن تجارت پر اس کا بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب کسی ملک کی مقدار درآمد اس کی مقدار برآمد سے بڑھ جاتی ہے تو اس ملک کی مالی حالت کے لئے ایک خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب بیرونی حصص کی خریداری حد مناسب سے تجاوز کر جاتی ہے تو یہ صورت بھی ملک کے لئے خطرہ سے خالی نہیں ہوتی۔ البتہ اس قدر فرق ضرور ہے کہ بمقابلہ پیداوار یا مصنوعات کے حصص میں اس بات کی

زیادہ قابلیت ہے کہ وہ دوبارہ باہر روانہ کر دئے جائیں۔ کیونکہ ان دونوں کے مصارف نقل و حمل میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا مبادلات سے یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ جب کبھی دو ملکوں کی اضافی قرضداری یا توازن تجارت کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس وقت ان کے مدامی قرضے پیش نظر نہیں ہوتے اور کم از کم اس وقت تک ان کا شمار نہیں کیا جاتا جب تک کہ ان کی ادائیگی کا وقت آنے پہنچے۔ توازن تجارت کا مدار ان معاملات پر ہونا ہے جو فوراً تصفیہ طلب ہوتے ہیں۔ جن معاملات کا تصفیہ بہ تراضی طرفین کئی سال تک ملتوی کر دیا جاتا ہے، فی الوقت ان کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ مثلاً اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ انگلستان کا بے انتہا قرضدار ہے۔ جس کا ثبوت امریکہ کے وہ لاتعداد تمسکات ہیں جو اہل برطانیہ کے ہاتھوں میں موجود ہیں۔ لیکن بحراز سود کے جو ان تمسکات پر ادایا جاتا ہے، یہ کفٹا ذمہ فوراً تصفیہ طلب نہیں ہوتا اور نہ قرضہ رواں براس کا کوئی اثر پڑتا ہے۔ حالانکہ آخرا لیکر قرضہ ہی کے توازن سے دو ملکوں کے باہمی مبادلات کی کمی بیشیاں متناثر ہوتی ہیں۔

16

در اصل یہ تمسکات گویا چند اشیاء تجارت ہیں جن کی امریکہ سے انگلستان میں درآمد ہوتی ہے۔ اور جن کا وقت درآمد مبادلات پر بالکل وہی اثر پڑتا ہے جو امریکہ سے آنے والی روٹی کا۔ لیکن جب انہی تمسکات کو امریکہ واپس بھجوانے کا وقت آ پہنچتا ہے (اس سے قبل نہیں) تو پھر مبادلات پر ان کا بالکل برعکس اثر پڑتا ہے۔ گویا یوں سمجھنا چاہئے کہ اگر کسی کوئی بیجس کے کپڑے کی شکل میں امریکہ کو واپس بھیجے جائے تو مبادلات پر جو اثر پڑے گا، وہی ان تمسکات کی واپسی سے بھی پڑتا ہے۔ اس سے زیادہ ان تمسکات کا مبادلات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور نہ ان کی وجہ سے کوئی ایسے مطالبات درپیش ہوتے ہیں جو فی الفور ادا شدنی ہوں۔ لہذا وہ ان قرضوں میں مٹتا نہیں گئے جاسکتے جو امریکہ سے روٹی اور غلہ خریدنے کی وجہ سے انگلستان پر عائد ہوتے ہیں اور جن کا فوراً ادا کر دینا ضروری ہے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ ایک طرف تو توازن تجارت سراسر انگلستان کے خلاف ہو اور دوسری طرف اہل انگلستان کے پاس امریکہ کے تمسکات کی مقدار اس توازن سے بے انتہا زیادہ ہو۔

17

ادائیگی سود کی عوض سے ان تمسکات کے ساتھ جو کچھ منسک کر دئے جاتے ہیں، ان کی حالت بالکل جداگانہ ہے۔ سود قومی قرضداری کی ایک مدامی اور نہایت اہم خصوصیت

ہے۔ فرض گریٹنگ پر اس کی فوری ادائیگی لازم ہوتی ہے اور اس کا فائدہ پیر ونی فرض خواہ کو پہنچتا ہے۔ جس تک کہ ہر سال سود کی بابت کثیر رقمیں باہر پینا پڑتی ہیں، لازم ہے کہ اسی مناسبت سے یا تو وہاں پیر ونی سامان کی کم درآمد ہو یا ملکی مال کی برآمد میں اضافہ ہو۔ اس کے برعکس اگر کسی دولت مند ملک کو دوسری اقوام سے سود وصول کرنے کے باعث ہر سال کافی مقدار میں آمدنی حاصل ہوتی ہے تو وہ اس آمدنی کے تناسب سے برعکس اپنے مال کی برآمد کے غیر مالک کے سامان کی درآمد میں اضافہ کر سکتا ہے۔ سود کی بدولت اس کو جس قدر آمدنی حاصل ہوگی، وہ اس کے زائد اخراجات کی ادائیگی میں محرج ہو جائے گی۔

انگلستان ادائیگی سود کی بابت پیر ونی مالک سے ہر سال بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا ہے جن کی بدولت اس کے مخالف توازن میں بہت بڑی تخفیف ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ باوجود اس قدر کثیر برآمد کے توازن تجارت تقریباً ہمیشہ انگلستان کے خلاف رہتا ہے۔ انگلستان دوسرے مالک کو جس قدر فرض عطا کرتا ہے، ان کا فوری اثر تو یہ ہوتا ہے کہ خود اس کی قرضداری میں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن سود کی بابت اس کو آئندہ جو سالانہ آمدنی حاصل ہوتی ہے اس کی بدولت اس قرضداری کی مقدار گھٹتی جاتی ہے۔

قوموں کی باہمی قرضداری پر سود کا جو اثر پڑتا ہے اس کی ابھی تشریح کی جا چکی ہے۔ منافع اور کمیشن کا اثر بھی بالکل اسی کے مشابہ ہے۔ مختلف مالک کے چارجز قدر کر ایہ کہتے ہیں، وہ سب اسی منافع میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ جب ایک قوم دوسری اقوام کے مال و سامان یا افراد کو ایک منافع سے دوسرے منافع پر پہنچاتی ہے تو اس خدمت کے معاوضہ میں دوسری اقوام پر اس کے کچھ مطالبات قائم ہو جاتے ہیں، جن سے وہ اپنی ایشیا و درآمد کی قیمت اور کمیشن ہے۔ جہاں تک مبادلات خارج کا تعلق ہے نقل و حمل کی اجرت کا بالکل وہی اثر پڑتا ہے جو کسی مادی چیز کی قیمت کا جو لگ میں پیدا ہوتی اور باہر روانہ کی جاتی ہے۔ اگر کسی ملک کو دنیا کی جہاز رانی کا اجارہ حاصل ہو جائے تو سمیرا اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنی ایشیائے بامنتجج کے معاوضہ میں دوسرے مالک کو بہ ادوار خام یا مصنوعات ہی روانہ کرے۔ بلکہ وہ محض ان مالک کے مال و سامان اور باشندوں کو جگہ جگہ منتقل کر کے اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی قوم اپنے مخصوص موافق حالات کی بدولت دوسری اقوام سے قسم قسم کے کمیشن اور خراج وصول کر کے انھیں اپنا قرضہ اربانے اور اس طرح

اپنے لئے آمدنی کا ایک ذریعہ پیدا کرے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح جو آمدنی ہاتھ لگے گی وہ اپنی نوعیت میں بالکل اُس آمدنی کے مشابہ ہوگی جو سو و کرا یہ جہازات، یا اشیاء برآمد کی قیمت سے حاصل ہوتی ہے۔ انگلستان کی طرح جو ملک دوسرے ممالک کے باہمی کاروبار کی انجام دہی میں اپنی وساطت سے مدد دے سکتا ہے وہ حیثیت ایک بڑے تجارتی اور مالی مرکز کے ہر کاروبار پر کچھ خلیفہ سائیکشن یا منافع اپنے لئے محفوظ کر کے آمدنی کی ایک کثیر مقدار حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ کسی زمانہ میں لندن کا شہر یورپ کے تمام بازاریات کے لئے ایک بہت بڑی تجارت گاہ تھا۔ یورپ کے اکثر ممالک اور ہندوستان یا امریکہ کے درمیان براہ راست کسی قسم کے تجارتی تعلقات قائم نہیں تھے۔ روئی، کافنی، لشکر، چائے، بکری، شرنی اور مغربی جزائر ہند کی تمام پیداواروں کی بہم رسانی کا انحصار محض انگریز تاجروں پر تھا جو اپنی اس توسط کا معاوضہ کمیشن اور منافع کی شکل میں وصول کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس معاوضہ کی مقدار بہت کثیر ہوتی ہوگی اور یہ ذریعہ آمدنی قوم کے خارجی وسائل کا ایک نہایت ہی اہم جزو تصور کیا جاتا ہوگا۔ لیکن زمانہ موجودہ کارجمان بہ بنے کہ دولت پیدا اور صرف کرنے والے روز بروز ایک دوسرے سے قریب زبور ہے ہیں۔ ان میں براہ راست تعلقات قائم ہونے جاتے ہیں اور درمیانی اشخاص اور درمیانی منافع میں آئے دن تخفیف چورہی ہے۔ اسی رجحان کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ یورپ کے خریداروں اور ان پیدا کرنے والوں کے درمیان جو ہندوستان میں بیٹے یا بحر اطلالک کی دوسری جانب آباد ہیں، راست تجارتی تعلقات بڑھتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ آجکل یورپ کے تجارتی اور یورپ کی جہازوں کمپنیاں بازار لندن کی وساطت سے آزاد ہو کر اپنے اپنے ملک کی درآمد کا مال و سامان پیدا کرنے والے ممالک سے براہ راست فوڈے آتی ہیں۔ لیکن گوان ممالک نے اپنے آپ کو بازار لندن کی وساطت سے آزاد کر لیا ہے تاہم لندن کی مالی سہولتوں سے وہ ابھی قطعاً مستغنی نہیں ہو سکے۔ دنیا کا تقریباً ہر ایک ملک، انگریز اہلکاروں کو ابھی تک کچھ نہ کچھ سود اور کمیشن ادا کرتا ہے جو یقیناً انگلستان کی آمدنی کا ایک نمایاں جزو ہوتے ہیں، اور جن کے ذریعہ وہ اپنی کثیر خارجی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کرتا ہے۔

یورپی ممالک میں سیاحت کرنے یا سکونت پذیر ہونے سے جو اخراجات لاحق ہوتے ہیں ان کی طرف سرسری طور پر اشارہ کیا گیا تھا۔ اس قسم کے اخراجات اور ان کے اثر کی تہیں مثال رس کی حالت پر نظر ڈالنے سے ہیں دستیاب ہوتی ہے۔ روس کے دو تہند امر لاکھوں روپیہ ہر سال یورپی ممالک کی سکونت یا سیاحت میں خرچ ہوتا ہے اور اس بنا پر روس سے

جو اصل وصول کیا جاتا ہے وہ اس کے توازن تجارت کے خلاف ٹھیک اس طرح اثر کرتا ہے کہ گویا روس میں خارجی مال کی درآمد پر اس کو صرف کیا گیا ہے۔ سیاح شہزادے اپنے سینٹ پیٹرز برگ کے بنک داروں کے نام ہینڈیاں لکھتے ہیں اور ان کا مبادلات خارجہ پر بالکل وہی اثر پڑتا ہے جو کسی اور قسم کی ہینڈیوں کا۔ مثلاً فرانس سے تینیم میں شراب سینٹ پیٹرز برگ کو روانہ کی جاتی ہے اور اس بنا پر آخر الذکر شہر کے خلاف ہینڈیاں لکھی جاتی ہیں۔ جہاں تک مبادلات خارجہ کا تعلق ہے۔ ہینڈیاں ان ہینڈیوں ہیں اور روسی شہزادوں کی لکھی ہوئی ہینڈیوں میں مطلق کوئی فرق نہیں ہے۔ بیرونی ممالک میں سیاحت کرنے سے ملک کو جو اخراجات لاحق ہوتے ہیں روس کا ملک ان سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ ایک تو اسلئے کہ وہاں ایسے لوگوں کی تعداد ہی بہت زیادہ ہے جو بیرونی ممالک میں سیاحت کی غرض سے جاتے ہیں، دوسرے اس لئے کہ روس کا میلان بمقابلہ بیدائش کے صرف کی طرف بہت زیادہ ہے۔

ان کے علاوہ اور کثیر الغداد بین الاقوامی کاروبار اس بات کے مستحق ہیں کہ اگر توازن تجارت کے اسباب کی کوئی تکمل فہرست بنائی جائے تو اس میں ان کا بھی شمار ہو سکتا ہے۔ اصل درآمدی راہ داری اور اسی قسم کے دوسرے سرکاری محاصل لیکن اس وقت جو مضمون ہمارے زیر غور ہے اس سے ان کاروبار کو کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ وہ بجائے خود معاشیات کے حد تک نہ سباحت ہیں۔ دور دراز علاقوں میں فوجوں کو کھانا پینے اور بالخصوص غیر مقامات پر جنگی جہاز تیار رکھنے میں جو متواتر اخراجات لاحق ہوتے ہیں، بین الاقوامی قرضداری میں ان کی بھی کافی اہمیت ہے۔ لہذا انہیں بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔

21

لیکن بین الاقوامی قرضداری کے اہم اجزاء کی جو نشتریں اوپر کی جا چکی ہیں وہ ہمارے موجودہ اغراض کے لئے کافی ہے، دو قوموں کے باہمی کاروبار اور ان کے آخری توازن کا اندازہ کرنے کے لئے جن جن امور کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے، مذکورہ بالا نشتریں کی بدولت ہم ان سب کا ایک سادہ خاکہ ذہن نشین کر سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سب سے پہلا اور اہم ترین جز تو حقیقی معنی میں وہی ایشیا و درآمد و برآمد کی مفاد ہیں۔ لیکن ان معاملات کا عمل درآمد اس قدر بدیہی اور عام فہم ہے کہ اس حصہ مضمون پر زیادہ تفصیل کے ساتھ بحث کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کاروبار برآمد و درآمد کے علاوہ اور بھی مختلف طریقوں سے قومیں ایک دوسرے کی خاطر اخراجات برداشت کرتی ہیں، جن کا حال معلوم کرنا ضروری ہے چنانچہ

تو من فضول خرچی کی مختلف صورتیں مثلاً غیر مالک کو مالی امداد دینا یا فرضے عطا کرنا اور مصارف کثیر کے ساتھ بڑی بڑی فوجیں بیرون ملک تیار رکھنا، نیز انفرادی فضول خرچی مثلاً ضرورت سے زیادہ سیر و سیاحت کرنا، یا غیر مالک میں سکونت پذیر ہونا، یا بیرونی صرافوں کے تعمین کاروبار میں حصہ لینا، یہ تمام اسی اخراجات میں شامل ہیں۔ دوسری طرف قومی کمائی کا اندازہ کرنا بھی ضروری ہے، مثلاً دوسرے ممالک سے خواہ بہ طیب خاطر یا ان کے خلاف مرضی خرچ حاصل کرنا، یا سہ ماہی افراد کی وصلہ مندی کا بھی لحاظ کرنا چاہئے جن کے اصل جن کی جدوجہد اور جن کی فوجیت کی بدولت ملک کو بین الاقوامی تجارت کے فوائد کا اکثر حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔ غرض واقعات کی پیچیدگی کی وجہ سے دو ملکوں کی باہمی قرضداری کا صحیح اندازہ کرنا ایک نہایت مشکل کام ہے۔ تاہم ہمیں امید ہے کہ مذکورہ بالا مشاہدات کے ملاحظہ کے بعد عام ناظرین پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ اصول کے مطابق توازن قائم کرنا چاہئے اور کس قسم کے واقعات کی خاص طور پر نا لاکشس اور تحقیق کرنا چاہئے۔

## تیسرا باب



بین الاقوامی قرضداری بالآخر جن ہنڈیوں کی صورت اختیار کرتی ہے انکی تحقیق

بہ معلوم کرنے کے بعد کہ کن مختلف طریقوں سے توہیں ایک دوسرے کی قرضداری بنتی ہیں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ یہ فرضے اور مطالبات کس طرح طے پاتے ہیں اور کن چیزوں کے توسط سے ان کا تصفیہ کیا جاتا ہے۔ وضع ہو کہ اکثر بین الاقوامی کاروبار خارجی ہنڈیوں کے ذریعہ قرضوں کو منتقل کر کے طے کئے جاتے ہیں۔ لہذا اگر عام ناظرین کی سہولت کے خیال سے اس حصہ مضمون پر کچھ اظہار رائے کریں تو چند ان نامناسب ہنڈیوں کا کیوں کہ عام ناظرین کو اس بات کا کوئی موقع نہیں ملتا کہ بذات خود ان ہنڈیوں کو دیکھیں سمجھیں اور انکی تحقیق کریں اور نہ وہ مطالبہ کر کے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ان ہنڈیوں کی مختلف قسمیں کیا ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی کیا خصوصیات ہیں۔

مبادلات خارج کے نقطہ نظر سے ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مختلف قرضوں کے درمیان فرضے کے جس قدر کاروبار جوئے ہیں ان کے طے پانے کا وقت آہنچا ہے۔ کاروبار کا عام دستور تو یہ ہے کہ پہلے اعتبار پر فرضہ دیدیا جاتا ہے اور اس کے بعد ہنڈیاں نکھی جاتی ہیں یا نصفیہ طلب حسابات کو مبیانی کرنے کے لئے رقمیں روانہ کی جاتی ہیں۔ لیکن فی الوقت ہمیں اس واقعہ سے براہ راست کوئی سروکار نہیں ہے گو مبادلات خارج کی بحث اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کی طرف اشارہ نہ کیا جائے جس طرح طلب و رسد کے معاملات میں موجودہ رسد ہی کی اہمیت نہیں ہے

بکہ لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے گا کافی ہے کہ رسد میں غیر محدود اضافہ کیا جاسکتا ہے، اسی طرح مبادلات پر اثر ڈالنے کے لئے اس بات کا علم ہی ایک حد تک بہت کافی ہے کہ فلاں ملک سے اس قدر رقم وصول طلب ہے، جو بطور قرض کے بالفعل چھوڑ دی گئی ہے اور جو بالآخر اس سے حاصل کر لیا جائے گی۔ لیکن فی الوقت ہیں جس چیز سے سروکار ہے، وہ ان قرضوں کی ادائیگی ہے جن کے تصفیہ کا وقت پہنچا ہے۔

25 جب اس تصفیہ کا وقت پہنچتا ہے تو جہاں تک ممکن ہو سکے، مختلف ممالک کے باہمی قرضوں کو ہینڈیوں کی صورت میں بدل دیتے ہیں۔ جب کبھی کسی ملک کے قرضوں کی مقدار اس کے مطالبات کے مساوی ہوتی ہے تو تصفیہ کے لئے ہمیشہ ہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ حسابات بے باق کرنے میں جس حد تک سونا چاندی روانہ کرنے کے مصارف اور خطرات سے بچنا ممکن ہو گا، اس حد تک لازمی طور پر ہینڈیاں استعمال کی جائیں گی۔ بیرونی ملک کے قرض خواہ اس کے قرضداروں سے براہ راست یہاں تصفیہ کر لیں گے اور وہاں جو لوگ، علی الترتیب قرضدار اور قرض خواہ ہوں گے، وہ اس تصفیہ کی بنا پر آپس میں حسابات بے باق کر دیں گے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کسی ایک جانب مطالبات ختم ہو جائیں یعنی واجب الادا قرضے موجود ہوں لیکن ان کو بے باق کرنے کے لئے مساوی مطالبات سے سیر نہیں تو ایسی صورت میں قرضے کیوں کر ادا ہو سکتے ہیں؟ ان کے چکر معلوم ہو گا کہ بعض مصنوعی انتظامات کی بدولت ایسے باقی ماندہ قرضوں کا کبھی کبچہ حصہ کم از کم وقتی طور پر ہینڈیوں کے ذریعہ ادا ہو سکتا ہے۔ لیکن بالفعل جس اس پیچیدہ مسئلہ کو آئندہ کے لئے ملتوی کر دینا چاہئے۔ اور سب سے پہلے ان خارجی ہینڈیوں پر غور کرنا چاہئے جو حقیقی قرضوں اور مطالبات پر مبنی ہوتی، اور ایک ایسے مبادلہ کا پتہ دیتی ہیں جو اس ہینڈی کھسنے والے یا فروشنده اور خریدار کے درمیان وقوع پذیر ہو چکا ہے۔ اول الذکر کو اپنے خارجی قرضدار کے خلاف جو مطالبہ حاصل ہے، اس کو وہ فروشنده کے ہاتھ منتقل کر دیتا ہے اور اس سے فوراً اپنی رقم وصول کر لیتا ہے۔ خریدار جو خود کسی اور بیرونی شخص کا قرضدار ہے، اپنے قرض کی ادائیگی میں اس ہینڈی کو اس کے پاس روانہ کر دیتا ہے۔

26 جو لوگ ہینڈیوں کا حال معلوم کرنے میں مشاق ہوتے ہیں، وہ اکثر خارجی ہینڈیوں کو دیکھتے ہی یہ تپتا لگا لیتے ہیں کہ ان کی نوعیت کیا ہے اور وہ کیوں نکل ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ ہینڈیوں کے بڑے بڑے متفرق پارسلوں کا بغور مطالعہ کرنے سے بین الاقوامی کاروبار کی عام حالت اور اس زمانے کی وقتی

خصوصیات، دونوں کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ ان پارسلوں میں قسم قسم کی ہنڈیاں نظر آئیں گی جو بین الاقوامی قرضداری کے ان مختلف اسباب کا نتیجہ ہو سکتی ہیں جن کی ہم اوپر تشریح کر چکے ہیں۔ زیادہ حصہ تو ان ہنڈیوں کا ہو گا جو برآمد پیداوار کا نتیجہ ہیں، بالخصوص ان ممالک کے درمیان جو ایک دوسرے سے بہت دور واقع ہوتے ہیں اور جن کے باہمی کاروبار نسبتاً سیدھے سادے ہوتے ہیں، لیکن جو ممالک ایک دوسرے سے قریب اور تعلقات ہمسایگی کی بنیادوں میں جکڑے ہوتے ہیں، ان کے باہمی کاروبار اسی نسبت سے مختلف قسم کے اور پیچیدہ ہوتے ہیں اور اسی ہنڈیاں بھی اسی قسم کے کاروبار کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ انگلستان اور یورپ کے دوسرے ممالک کے درمیان جس قدر ہنڈیاں نکھی جاتی ہیں، ان میں سے اکثر و بیشتر سیرونی باشندوں کی سکونت یا سیر و تفریح کے اضراجات یا تقسیم منافع کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ بیشتر ہنڈیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی بنیاد تنسکات کی خرید و فروخت پر ہوتی ہے اور ایک بہت بڑی تعداد ان ہنڈیوں کی بھی ہوتی ہے جن کا مقصد اصل کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کرنا ہوتا ہے، تاکہ وہ کسی سرکاری قرضہ کی فراہمی میں شریک کیا جائے یا کسی مشترک سرمایہ دار کاروبار میں لگایا جائے۔ ایسا شاید ہی کوئی سیر و تفریح ہو جس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہنڈیاں جاری ہوتی ہوں۔ جب کبھی کسی قرض گیر ملک پر اس کے عام تجارتی کاروبار کی وجہ سے کچھ رقم واجب الادا ہوگی تو ظاہر ہے کہ وہ قرض دہندہ ملک کے خلاف ہنڈیاں لکھ کر نہایت آسانی کے ساتھ اس رقم کو ادا کر سکتا ہے۔ لوگ نہایت شوق کے ساتھ فوراً ان ہنڈیوں کو خریدیں گے تاکہ انہیں سیر و تفریحی خواہوں کے پاس روانہ کر دیں۔ اس کے برعکس حالت میں جبکہ کوئی تصفیہ طلب یا واجب الادا رقم موجود ہی نہ ہو تو قرضہ بالعموم سونے چاندی کی شکل میں حاصل کیا جائے گا۔

27

ہنڈیوں کا کوئی پارسل اٹھائیے، اس میں کچھ ہنڈیاں ایسی ضرور ہو سکتی ہیں جو واجب الادا کرایہ جہاز رانی کی بنا پر نکھی گئی ہیں۔ چنانچہ یہ ادان ممالک میں خاص طور پر اہم ہوتی ہے، جہاں قدرتی پیداوار میں بہت کم ہوتی ہیں اور جن کا کاروبار جہاز رانی بہت وسیع ہوتا ہے۔ شمال کے طور پر سویڈن یا ناروے کی حالت کو دیکھیے۔ جب ان ممالک کو باہر رقم روانہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، تو مجسٹریٹو قسم کی ہنڈیوں کے کسی اور قسم کی ہنڈیوں انہیں شکل میسر ہوتی ہے۔ یا تو ان کے پاس وہ ہنڈیاں ہوتی ہیں جو ان کی خاص پیداوار یعنی لکڑی کے برآمد کے باعث نکھی جاتی ہیں، یا وہ جو ان کے جہازوں کی کسائی پر مبنی ہوتی ہیں۔ دوسرے درجہ اول کی ہنڈیوں کے ذریعہ رقم ادا کرنے میں انہیں سخت دقتیں

28

پیش آتی ہیں، لہذا وہ بیرونی مالک سے حسب دلخواہ درآمد حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی طرح بالعموم ہر ملک کی ہنڈیوں میں ایک نہ ایک خاص بات موجود ہوتی ہے جو صرف اسی کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ مثلاً مشرقی جزائر ہندو چین سے زیادہ ترحین چیزوں کی برآمد ہوتی ہے، وہ ہنسایت قیمتی ہوتی ہیں۔ مزید برآں چونکہ اس قسم کی قیمتی چیزوں کو بازار میں لانے کے لئے اصل کی بڑی مقدار درکار ہوتی ہے، لہذا ان مالک کے کاروبار زیادہ تر صرف دو متمند خانہ انوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہاں کی ہنڈیاں ایک تو بہت بڑی بڑی رقموں کی ہوتی ہیں، دوسرے وہ ان کمپنیوں کے نام رکھی جاتی ہیں جن کا شمار یورپ کی درجہ اول کی کمپنیوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ان مالک میں دس دس ہزار پونڈ کی ہنڈیاں بہت عام ہیں، اور وہ اپنی نوعیت میں بالعموم بہت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں۔ غرض ایک تو یہ مالک بہت دور واقع ہوئے ہیں، دوسرے یہ کہ اس لحد کی وجہ سے ہنڈی کے خریدار کو ایک طویل عرصہ تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اسی بنا پر یہ بات بہت اہم ہے کہ ان ہنڈیوں میں سخت احتیاط برتی جائے اور جن لوگوں کے نام وہ رکھی جائیں، ان کی کاروباری دنیا میں کافی شہرت ہو۔ برخلاف اس کے جو ہنڈیاں یورپ کے دوسرے مالک سے یہاں آتی ہیں، وہ اپنی نوعیت میں ان ہنڈیوں سے بالعموم بہت مختلف ہوتی ہیں۔ کاروبار کی کثرت اور ذرائع آمد و رفت کی سہولت کے باعث ان کی شکلیں قسم قسم کی اور ان کی مقدار میں نسبتاً بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ وہ نہ صرف تاجروں اور بنکداروں کے بڑے بڑے کاروبار کا نتیجہ ہیں بلکہ ان چھوٹے چھوٹے کاروبار کا بھی جو ہر روز کثرت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ یہاں کسی شخص کو یورپ کے داخلی علاقوں سے دس یا بیس ہزار پونڈ کی رقم دقت واحد میں وصول طلب ہے۔ ایسی صورتیں یہ رقم چھوٹی چھوٹی ہنڈیوں کی ایک کثیر تعداد پر منتقل ہوگی، ان میں کچھ تو ایسی ہنڈیاں ہونگی جو مویشیوں کی درآمد کی وجہ سے رکھی گئی ہیں، کچھ وہ جو انڈوں اور گھنوں کی وجہ سے کچھ وہ جو سیاح انگریزوں نے اپنے لندن کے بنک داروں کے نام روانہ کی ہیں، کچھ وہ جو جرمنی کے کھونے فرانس کے چھٹے بٹے، شراب، میوے اور ترکاریوں کی بنا پر رکھی گئی ہیں۔ اور چونکہ یہ کاروبار زیادہ تر چلر فرمیں کے طور پر چلائے جاتے ہیں، لہذا یہ سب کی سب ہنڈیاں باقاعدہ مسلمہ تاجروں کے نام پر نہیں ہوتیں بلکہ ان میں سے اکثر ایسے اشخاص کے نام پر رکھی ہوتی ہیں جنہیں کسی خاص طبقہ میں شامل کرنا کسی قدر مشکل ہے۔ بعض تو ان میں سے ادنیٰ درجہ کے کم حیثیت تاجر ہوتے ہیں اور بعض محض گماشتے ہوتے ہیں، جنہوں نے جرمنی کے کارخانہ داروں کو کسی طرح اس بات پر راضی کر لیا ہے کہ وہ ان پر

29

اعتبار کر کے اپنا مال دسامان ان کے حوالہ کر دیں۔ اکثر ہنڈیاں ایسی ہی ہوتی ہیں جو بوسیدہ و فی مالک کے کم قیمت کاروبار والوں نے لندن کے بازاروں میں قسمت آزمائی کرنے کے لئے اپنی شاخوں کے نام روزانہ کی ہیں۔ متعدد ہنڈیاں دکانداروں، سوزن کاروں اور اشخاص کے نام پر لکھی ہوتی ہیں، جنہیں قطعاً تجارتی پیشہ جماعت میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ غرض ہر ایسا طبقہ جسے اپنے کاروبار کی بدولت، خارجی اشیاء سے ذرا بھی تعلق ہوتا ہے، اس کے نام یورپ کے داخلی مالک سے ہنڈیاں لکھی چلی آتی ہیں۔

امریکہ کی ہنڈیاں بھی بعض لحاظ سے مشرقی جزائر ہنڈی کی ہنڈیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ ان کی بنیاد بالعموم روٹی پر ہوتی ہے، جس کی تھوڑی سی مقدار کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہنڈیاں بھی بڑی رقموں میں لکھی جاتی ہیں اور بڑے بڑے تجارتی کاروبار کا نتیجہ ہوتی ہیں، لیکن اس قدر فرق ضرور ہے کہ ریاستہائے متحدہ اور لیورپول کے درمیان جس قدر تجارت ہوتی ہے، وہ بمقابلہ انگلستان و ہنڈوستان کی تجارت کے کہیں زیادہ سرعت اور آسانی کے ساتھ چلتی ہے۔ مزید برآں روٹی کے تاجروں کو عام انہیں کہ وہ اس کی درآمد کرتے ہوں یا برآمد، بغیر اصل کے اپنا کاروبار جاری رکھنے میں خاص خاص سہولتیں حاصل ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس فرق کا نتیجہ یہ ہے کہ امریکہ کی ہنڈیوں میں جہاں بہت سی درجہ اولیٰ کی ہنڈیاں موجود ہوتی ہیں، وہیں اکثر ہنڈیاں ایسی ہی نظر آتی ہیں جو غیر معروف کمپنیوں کے نام لکھی ہوتی ہیں۔ اور یہ کمپنیاں بسا اوقات اس قدر کم حیثیت ہوتی ہیں کہ ججز اس خاص پیداوار کے، جس کی بنا پر ان کے نام ہنڈیاں لکھی گئی ہیں، ان کے پاس اپنے موادوں کی تکمیل کا کوئی اور وسیلہ نہیں ہوتا۔

جن جن ہنڈیوں پر ہم نے اب تک غور کیا ہے ان کے متعلق ہم یہ فرض کرتے چلے آئے ہیں کہ وہ ہمیشہ براہ راست اور حقیقی کاروبار کا نتیجہ ہوتی ہیں لیکن خارجی ہنڈیاں ہمیشہ اس طرح وجود پذیر نہیں ہوتیں بلکہ ان کی ایک بڑی تعداد ایسی ہی ہوتی ہے جن کی غرض و غایت بالکل مختلف ہوتی ہے اور اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ جہاں تک مبادلات خارجہ کے لیے راست اور فوری کاروبار سے جواب تک ہمارے پیش نظر ہے، اس متعلق ہوتے ہیں کچھ عملہ راتیں مطلق کوئی پیچیدگی نہیں ہوتی پیچیدگی ان تو اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ کثیر القعدہ ہنڈیاں ایسے بالواسطہ کاروبار کا نتیجہ ہوتی ہیں جن کا سمجھنا کسی قدر دشوار ہوتا ہے اور ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد ایسی ہنڈیوں کی بھی ہوتی ہے جو دراصل نہ کسی حقیقی کاروبار کا نتیجہ ہوتی ہیں اور نہ ان کے ذریعہ سے قوموں کی باہمی قرضداری کا تصفیہ ہوتا ہے بلکہ ان کا باطل جداگانہ اثر پڑتا ہے۔

سب سے پہلے ہیں اُن خارجی ہنڈیوں کا حال معلوم کرنا چاہئے جن سے کوئی ایسی قرضداری ظاہر نہیں ہوتی جس کا وجود ہنڈی قبولنے اور کھنے والے کے درمیان عام طور پر فرض کر لیا جاتا ہے۔ یہ ہنڈیاں دراصل ایک ایسے قرضے کا نتیجہ ہوتی ہیں جو کھنے والے کو ایک تیسرے فریق سے جو ایک تیسرے ملک میں سکونت پذیر ہے، وصول طلب ہوتا ہے۔ قبولنے والے کا یہاں صرف اس قدر تعلق ہے کہ وہ اس قرضے کی ادائیگی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ مثلاً چین سے نیویارک کو جو چاہے روانہ کی جاتی ہے، اس کی قیمت ادا کرنے کا عام طریقہ یہ ہے کہ برآمد کرنے والا لندن کے کسی تاجر کے نام ہنڈی لکھتا ہے اور اس کو چین میں فروخت کر کے قیمت وصول کر لیتا ہے۔ قبولنے والا اس بات کا متوقع رہتا ہے کہ نیویارک میں چاہے کی درآمد کر لیا لایہ رقم اسے ادا کر دے گا۔

ہیں یہ بات اجماعی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ برخلاف دوسری ہنڈیوں کے، یہ ہنڈیاں ہنڈی لینے والے ملک کی قرضداری کو ظاہر نہیں کرتیں، کیونکہ قبولنے والا ملک کھنے والے ملک کو جس قدر رقم ادا کرتا ہے، ٹھیک اسی قدر رقم کا وہ ایک تیسرے ملک سے قرضخواہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ملک کی ذمہ داریوں کا تخمینہ کرتے وقت صرف یہ دیکھنا کافی نہیں ہے کہ اس کے خلاف کس قدر ہنڈیاں جاری ہیں بلکہ اس قسم کی قبولیتوں کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے، ورنہ ہمارے تخمینوں کا غلطی سے مبرا ہونا غیر ممکن۔ اس قدر تو کم از کم ضرور معلوم کرنا چاہئے کہ کس قدر ذمہ داریاں ذاتی ہیں اور کس قدر وہ جو دوسرے ممالک کی خاطر اپنے اوپر لی گئی ہیں۔ مثلاً فرض کر دو کہ چین انگلستان اور ریاستہائے متحدہ کی باہمی قرضداری کا اندازہ کرنا مقصود ہے۔ چہ تحقیق کرنے

سے یہ پتا چلتا ہے کہ ہمارے ہاں امریکہ کی مجموعی درآمد بہ مقابل ہماری برآمد کے زیادہ ہے یہاں ہم درآمد کے الفاظ کو ان کے وسیع ترین معنی میں استعمال کرتے ہیں اور قرضداری کے ان تمام تفسیمی اسباب کو پیش نظر رکھتے ہیں جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اپنی بقیہ ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے امریکہ کو سونا روانہ کریں۔ لیکن اس سے پہلے ہیں ایک اور اہم بڑے کا لحاظ کرنا چاہئے اور یہ سوال کرنا چاہئے کہ ریاستہائے متحدہ میں مشرقی ممالک سے کس قدر درآمد ہوتی ہے، امریکہ کی وجہ سے انگلستان کے خلاف کس قدر ہنڈیاں لکھی گئی ہیں اور ان کی بابت کس قدر رقم امریکہ پر واجب الادا ہے۔ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے بعد ان دونوں ملکوں کے باہمی توازن کے متعلق ممکن ہے کہ ایک بالکل جداگانہ نتیجہ برآمد ہو۔

انگلستان کی ہنڈیوں کے متعلق تو یہ بات خاص طور پر ضروری ہے کہ اس قسم کی بالواسطہ

ذمہ داریوں کو نظر انداز نہ کیا جائے کیونکہ ہماری مجموعی قبولیتوں کا ایک بہت بڑا حصہ اسی قسم کی ذمہ داریوں پر مشتمل ہے۔

جو لوگ ان مسائل سے نا آشنا ہوتے ہیں، وہ فوراً اس سبب کا پتہ نہیں لگا سکتے جس کی بدولت اکثر ممالک ابھی تک ان بات پر مجبور ہیں کہ لندن کو اپنے بنک کے کاروبار کا مرکز قرار دیں۔ کیا وجہ ہے کہ مشرقی جزائر ہند سے جو لوگ اپنی پیداوار امریکہ روانہ کرتے ہیں وہ بجائے نیویارک کے لندن کے نام ہنڈی لکھتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ نیوآرلین سے روٹی برآمد کرنے والا جو روٹی روس روانہ کرتا ہے اس کی بائو اپنی ہنڈی سینٹ پیٹرز برگ کے تاجر کے نام نہیں بلکہ لندن کے کسی تاجر کے نام لکھتا ہے۔ ایک جزئی سبب تو وہ قرضہ ہے جو لندن کے بنکدار عطا کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ لندن کے مالی اداروں کو نسبتاً زیادہ شہرت حاصل ہے۔ کرہ ارض کے تقریباً تمام علاقوں میں ان کا چرچا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے اداروں کے نام جو ہنڈیاں بھی جاتی ہیں ان کی خاص طور پر قدر کی جاتی ہے۔ امریکہ اور روس میں بھی سداوی دولت مند بنکر موجود ہیں، لیکن وہ اس قدر مشہور و معروف نہیں اور اسی وجہ سے ان کی نام جو ہنڈیاں بھی جاتی ہیں، انھیں وہ قبولیت میسر نہیں ہوتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں مخصوص ضمنی اسباب ہیں بلکہ خود کرنے سے مطوم ہو گا کہ وہ بجائے خود کسی اور اصلی سبب کا نتیجہ ہیں جس کی بدولت انگلستان دنیا میں بنک کے کاروبار کا سب سے بڑا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہ اصلی سبب انگلستان کی وہ عظیم اٹان اور عظیم ہونیوالی تجارت برآمد ہے جس کی بدولت دنیا کا کوئی ملک انگریزی مصنوعات سے خالی نظر نہیں آتا، انگلستان کی مصنوعات دنیا کے ہر گوشے میں داخل ہوتی رہتی ہیں اور ہر ملک اس بابت کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ سونا چاندی، خام پیداوار یا ہنڈیاں، غرض کسی نہ کسی شکل میں انگلستان کو ان چیزوں کی قیمت ادا کرے۔ اگر وہ اپنی پیداوار دوسرے ممالک کو روانہ کرے، تب بھی اس پیداوار کی بنا پر جو ہنڈیاں کسی جائیں گی وہ تو یقیناً انگلستان ہی سجھی جائیں گی۔ بالفاظ دیگر لندن کے بنکداروں کے نام کبھی جوئی ہنڈیوں کی طلب ہمیشہ موجود ہوگی اور بمقابل دوسری ہنڈیوں کے، انگریزی ہنڈیاں زیادہ فروخت ہو سکیں گی۔ ظاہر ہے کہ جس ملک کے ہاں روپیہ روانہ کرنی کی ضرورت ہی پیش نہ آئے، اس سے کسی قسم کا مبادلہ نہیں ہو سکتا۔ اور برعکس اس کے جہاں ہمیشہ رقم روانہ کرنے کی ضرورت لاتی ہو، ہاں فوراً مبادلہ قائم ہو جاتا ہے اور پھر کسی باہمی مرکز کا توسط درکار نہیں ہوتا۔ مثلاً انگلستان مشرقی ممالک کو کثیر مقدار میں پنچھٹھڑ کا مال روانہ کرتا اور اس کے بدلے میں چائے

اور ریشم حاصل کرتا ہے لیکن فرض کرو کہ انگلستان کو جس قدر چائے اور ریشم درکار ہے اور قیمت میں اس مال دسامان سے کم ہے جس کی انگلستان سے برآمد ہوئی ہے۔ لہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فاضل رقم کس طرح ادا کی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ اس کی ادائیگی حسب ذیل طریقے پر ہوتی ہے: امریکہ کے لوگ چین کو بہت کم مال روانہ کرتے ہیں لیکن خود اس سے کہیں زیادہ قیمت کی چائے اور ریشم چین والوں سے منگواتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اسی تناسب سے نیویارک چینوں کے مطالبات قائم ہو جاتے ہیں چینی ان مطالبات کو اپنے انگریز قرضخواہوں کے ہاتھ جن کے وہ مفروض ہوتے ہیں، منتقل کر دیتے ہیں کیونکہ انھوں نے انگلستان کو جس قدر پیداوار روانہ کی تھی، اس سے زیادہ قیمت کا مال انگلستان سے منگوا یا سکتا۔ بالفاظ دیگر جو ہنڈیاں امریکہ کے حساب میں بھی گئی ہیں، انکو وہ اپنے انگریز قرضخواہوں کے پاس روانہ کر دیتے ہیں یا امریکہ والوں کو یہ ہدایت کر دیتے ہیں کہ وہ اس قدر سونا انگلستان روانہ کر دیں۔ جو صورت اور بیان کی گئی ہے وہ محض بطور تمثیل کے ہے۔ اگر وہ خاص حالت تکل طور پر صحیح نہ ہو تو اس کے عوض متعدد دوسری مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں بغرض یہ خیال کہ انگلستان کی درآمد اس کی برآمد سے زیادہ ہے، ہمارے اس بیان کو غلط نہیں کر دیتا کیونکہ ہم نے جو صورت حال پیش کی ہے، وہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ انگلستان کی مصنوعات تمام دنیا میں منتشر ہوتی ہیں۔ دنیا کے تقریباً ہر ایک ملک سے انگلستان مال خریدتا ہے اور اس کو اپنا مال دسامان فروخت کرتا ہے۔ دوسرے ملک کی حالت یہ ہے کہ اگر اب سے مال منگواتا ہے تو اپنی چیزیں ج کے پاس بچھواتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں جب تک کہ ب اور ج کے درمیان متوازنین دین نہ ہو، آج کے نام ہنڈی لکھکر اس کے ذریعے ب کا قرضہ ادا نہیں کر سکتا۔ لیکن اب اور ج ان سب کو انگلستان کے ساتھ تجارتی تعلق ہے لہذا اپنی برآمد کے معاوضہ میں ج سے ایک مطالبہ جو انگلستان کے کسی تاجر کے نام لکھا ہو، حاصل کر کے اس کو ب کے حوالہ کر سکتا اور اپنے قرضے سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔ یا اس سے بھی زیادہ سلیس زبان میں یوں سمجھئے کہ ج انگلستان کے کسی تاجر کے نام ہنڈی لکھتا ہے اور اُسے اپنے قرضے کی ادائیگی میں ا کے پاس روانہ کر دیتا ہے۔ ا اپنے قرضے سے سبکدوش ہونے کے لئے اس ہنڈی کو ب کے پاس بچھواتا ہے۔ ب کو چونکہ انگلستان کے ساتھ ہمیشہ تجارتی تعلق رہتا ہے لہذا وہ آسانی کے ساتھ اس ہنڈی کو کام میں لاسکتا ہے۔

اس کے برعکس جب دو ملکوں کے درمیان اشیاء سے درآمد و برآمد کا باقاعدہ طور پر باہمی مبادلہ شروع ہو جاتا ہے تو وہاں فوراً مبادلہ قائم ہو جاتا ہے، جس کے ذریعے سے تمام کاروبار طے ہونے لگتے ہیں اور پھر انگلستان کے توسط کی کوئی ضرورت لاحق نہیں ہوتی چنانچہ اس صورت حال کی بھی متعدد مثالیں موجود ہیں مثلاً جاوا اور ہالینڈ، نیویارک اور برمن، ریو جانیرا اور ہامبرگ۔ جس زمانے میں جرمنی بلجاظ اپنی برآمد کے انگلستان سے اسب سے بہت زیادہ پیچھے تھا تو جو لوگ نیویارک سے تمباکو یا دوسری پیداوار برمن روانہ کرتے تھے، وہ اس کی قیمت وصول کرنے کے لئے، برمن کی بجائے انگلستان کے کسی تاجر کے نام منڈی لکھتے تھے۔ برمن والے اپنی اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے ہولسٹین کے مولیشی فرزنٹوں یا مالک ادنیٰ کے کھن برآمد کرنے والوں سے ہنڈیاں خریدتے اور انھیں انگلستان روانہ کر دیتے تھے۔ لیکن اسب جنسی کی مصنوعات اس قدر کثرت کے ساتھ ریاستہائے متحدہ میں داخل ہوتی ہیں کہ اگر برمن کے تاجروں کے نام براہ راست ہنڈیاں لکھی جائیں تو ان کے خریدار ہمیشہ دستیاب ہونگے۔ یا اس سے زیادہ سادہ الفاظ میں یوں سمجھئے کہ جرمنی کو جو تمباکو اور روئی روانہ کی جاتی ہے، ان کی قیمت جس مصنوعات ہی کے ذریعے سے ادا ہو جاتی ہے اور کسی مزید توسط کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی لیکن اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولیشی یا کھن کی بنا پر جو ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں، ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ہنڈیاں برمن میں اسب بھی خریدی اور انگلستان روانہ کی جاتی ہیں لیکن اسب ان کے ذریعے سے وہی کاروبار طے نہیں ہوتے بلکہ ان سے دوسرے کاروبار کی انجام دہی میں کام لیا جاتا ہے مثلاً جنسی اور بیٹی کے درمیان ابھی تک باقاعدہ طور پر ایسا ابھی لین میں شروع نہیں ہوا ہے جیسا کہ نیویارک اور جرمنی کے درمیان موجود ہے۔ بمبئی والے جرمنی سے ابھی بہت تھوڑا مال خریدتے ہیں۔ ان کا بہت زیادہ کاروبار ابھی تک انگلستان ہی کے ساتھ ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جب بمبئی کے تاجر یورپ کو براہ راست روئی روانہ کرتے ہیں تو وہ اپنی ہنڈیاں ابھی تک لندن ہی کے تاجروں کے نام لکھتے ہیں کیونکہ برمن کی ہنڈیوں کے خریدار انھیں دستیاب نہیں ہوتے۔ غرض اس صورت میں معاملہ جو شکل اختیار کرتا ہے وہ یہ ہے کہ بمبئی والے اپنی لندن کے قرضخواہوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ ان کے جرمن قرضداروں سے رقم وصول کر لیں۔ چنانچہ ان انخسرا لڈز کا شخص اس کو انگلستان کی ہنڈیاں خریدنے کی اسب بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے کیونکہ یہی ایک ایسا سہل ترین طریقہ ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنے بمبئی والے قرضخواہوں کی ہدایت کے بموجب انگلستان کے تاجروں

کے پاس رقم روانہ کر سکتے ہیں۔ غرض اگر خارجی ہنڈیوں کو احتیاط کے ساتھ تقسیم کریں تو معلوم ہو گا کہ ان کا بہت بڑا حصہ اسی قسم کے بالواسطہ اور درمیانی ذمہ براہ راست تصفیوں کا نتیجہ ہے لیکن اس کا توسط ان صورتوں میں صرف اس لئے نظر آتا ہے کہ بین الاقوامی کاروبار اکثر و بیشتر وہیں طے ہوتے ہیں، گویا وہی تمام دنیا کا حساب گھر ہے۔

اب ان خارجی ہنڈیوں پر غور کرنا باقی ہے جو درحقیقت کسی تصفیہ طلب قرضہ داری کو ظاہر نہیں کرتیں، جو اصطلاح میں سادہ ہنڈیاں کہلاتی ہیں اور جن کے ذریعہ قبولنے والا لکھنے والے کو کوئی قرضہ ادا نہیں کرتا بلکہ اس کے برعکس خود لکھنے والا قبولنے والے کا قرضہ دار بن جاتا ہے۔ مبادلات خارجہ کے مسائل میں یہ ہنڈیاں جو جو کام انجام دیتی ہیں، وہ بہت کثیر اور غور و خوض کی مستحق ہیں۔ ان کا ایک حصہ تو اپنی نوعیت میں ان ہنڈیوں سے بہت کچھ مشابہ ہوتا ہے جو ملک کی اندرونی تجارت میں کار بر آری کی ہنڈیوں کے نام سے موسوم ہوتی ہیں۔ ایک ملک کے تاجر دوسرے ملک کے تاجروں یا بنگلہ داروں کے نام یہ ہنڈیاں لکھتے ہیں تاکہ ان کی فروخت سے جو رقم وصول ہو، اسے اس وقت تک استعمال کریں جب تک کہ وہ ہنڈیاں بازار میں چل سکیں۔ ان ہنڈیوں کے خریدار کار بر آری کی ہنڈیوں پر بڑے کاٹنے والوں کی بجائے ہوتے ہیں۔ اور یہ کاروبار اسی طرح اور بہ متقابل کار بر آری کی ہنڈیوں کے زیادہ سہولت کے ساتھ مدامی طور پر دہرا سکتے ہیں۔ لیکن سادہ ہنڈیاں جو کسی حقیقی کاروبار کا نتیجہ نہیں ہوتیں، ایک کام اور انجام دیتی ہیں جو عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا، لیکن جو بسا اوقات بہت اہم اور مصیبت آئینہ ہوتا ہے۔

کیا ضروری ہے کہ ہر ملک کی درآمد و برآمد ہمیشہ ایک ہی زمانے میں واقع ہو۔ بہت ممکن بلکہ اغلب ہے کہ برآمد کسی خاص مہینے میں ہوتی ہو اور درآمد کسی جداگانہ وقت پر ایسی صورت میں نتیجہ یہ ہو گا کہ درآمد کی قیمت ادا کرنے اور برآمد کی قیمت وصول کرنے کے موسم ایک دوسرے سے منطبق نہیں ہوں گے۔ مثلاً فرض کرو کہ کسی ملک میں صرف غلہ اُگایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہاں بیرونی ممالک سے صرف اسی وقت آمدنی حاصل ہو سکتی ہے جبکہ فصل ختم ہو چکی ہو اور غلہ باہر روانہ کیا جا چکا ہو۔ تب کہیں پلکار جن جن ممالک کو غلہ روانہ کیا گیا ہے، ان کے نام اسی برآمد کی بنا پر ہنڈیاں لکھی جاسکیں گی۔ لیکن اسی اثنا میں فرض کرو کہ غلہ اُگانے والے ملک میں ٹپوس کے ممالک سے مصنوعات کی سال پر خوب درآمد ہوتی ہے جس کی اٹھائی کے لئے ان ممالک کے

89

نام ہنڈیاں بہت زیادہ مطلوب ہوتی ہیں۔ لیکن چونکہ ابھی غلہ تیار نہیں ہوا ہے لہذا غلے کی ہنڈیاں نہ لکھی جاسکتی ہیں اور نہ دستیاب ہو سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں جب تک کہ کوئی اور ترکیب نہ نکالی جائے مصنوعات کی درآمد کرنے والے اس بات پر مجبور ہوں گے کہ تیاری فصل سے قبل وہ جس قدر مال منگوائیں، اس کے سوا وہی میں سونا باہر روانہ کریں۔ بعد ازاں جب غلہ کی برآمدہ کرنے والے یہ دیکھیں گے کہ اُن کی ہنڈیاں فروخت نہیں ہو سکتیں کیونکہ مصنوعات کی درآمد کرنے والوں کو اب ان کی ضرورت باقی نہیں رہی تو وہ مجبوراً اپنے غلے کا معاوضہ باہر سے سونے کی شکل میں حاصل کریں گے۔ اس طرح دو درجہ سونا چاندی روانہ کرنے کے مصارف اور خطرات برداشت کرنے پڑیں گے اور پھر قلت زر کی وجہ سے جو وقتیں پیش آئیں گی وہ عمدہ اور یہ سب کچھ صرف۔ اس لئے کہ ایک ہی ملک کی درآمد و برآمد مختلف زمانوں میں واقع ہوتی ہے۔ یہ وقت بسا اوقات اس طرح رفع کی جاتی ہے کہ جس زمانے میں اصلی تجارتی ہنڈیاں چھٹی کاروبار کا نتیجہ ہوں، میسر نہیں ہوتیں تو ایک ملک کے بنکدار دوسرے ملک کے بنکداروں کے نام ہنڈیاں لکھ دیتے ہیں اور بعد ازاں جب خود ان کے ملک سے سامان باہر روانہ کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں تو وہ ان ہنڈیوں کو خسارہ کراپنے قرضوں کے پاس روانہ کر دیتے اور اُس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہیں جو ان کی لکھی ہوئی سادہ ہنڈیاں خریدنے والوں کی طرف سے ان پر عائد ہوتی تھی۔ اسی طرح درآمد کرنے والے جب دیکھتے ہیں کہ انھیں کوئی اور ہنڈیاں نہیں مل سکتیں تو وہ اس قسم کے بنکدار گھرانوں سے سادہ ہنڈیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی طرح بعد ازاں جب برآمد کرنے والے یہ دیکھتے ہیں کہ تمام سامان درآمد کی قیمت ادا ہو چکی ہے اور ان کی ہنڈیوں کا کوئی خریدار نہیں ہے تو وہ اپنی ہنڈیاں انھی بنکداروں کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں یہی مقصد بسا اوقات ایک اور ترکیب سے پورا کیا جاتا ہے۔ برآمد کرنے والے جن مالک کو اپنا سامان بھجواتے یا جن لوگوں کے ہاتھ اُسے فروخت کرتے ہیں، اُن سے یہ اجازت حاصل کر لیتے ہیں کہ مال روانہ کرنے سے قبل اس کی بسا پر ہنڈیاں لکھیں۔ اس ترکیب کی بدولت وہ اپنی ہنڈیاں ایسے وقت پر فروخت کر سکتے ہیں، جبکہ ملک کے درآمد کرنے والے طبقے کو ان کی بہت زیادہ طلب ہوتی ہے اور وہ ان ہنڈیوں پر کچھ بڑھوتری ادا کرنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں۔ ورنہ نتیجہ یہ ہوتا کہ برآمد کرنے والوں کو اس وقت تک انتظار کرنا پڑتا جب تک کہ ملک کی برآمد کا بہت سا حصہ باہر روانہ

40

نہ ہولیتا اور جب ہندی کفنے والوں کی کثرت تعداد کی وجہ سے بازار میں فروخت کے لئے ہنڈیاں بکثرت موجود ہوتی ہیں اور کفنے والوں کو مجبوراً ادنی قیمتوں پر قانع ہونا پڑتا ہے۔ دیوالیہ نیز دوسرے ان مقامات میں جہاں اس قسم کے کاروبار کی اہمیت لوگوں پر اچھی طرح واضح نہیں ہوتی ان سادہ یا بے بنیاد قرضوں کے خلاف بڑی بڑی شکایتیں کی جاتی ہیں۔ یعنی بالفاظ دیگر شکایت یہ ہوتی ہے کہ بیرونی مالک کے لوگ ہنڈیاں کچھ سمجھتے ہیں حالانکہ درحقیقت اُس وقت کوئی تصفیہ طلب قرضداری موجود نہیں ہوتی۔ غالباً اس شکایت کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس قسم کی ہنڈیوں کو سمجھنے میں آسانی کے ساتھ دھوکا کھاتے اور انہیں کاربراری کی ہنڈیوں کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ جہاں کہیں عوام الناس کو ان سادہ یا بے بنیاد قرضوں کے وجود سے واقف کرایا گیا، اس کا باعث ضرور کوئی نہ کوئی غیر معمولی آفت یا مصیبت تھی اور ان حالات میں ہنڈیوں کے کاروبار درحقیقت اس نیت سے کئے جاتے تھے کہ ان کے ذریعے سے مصنوعی طور پر اصل حاصل کر سکیں۔

41

لیکن ساتھ ہی ظاہر ہے کہ ان سادہ یا بے بنیاد قرضوں سے ایک بہت ہی مناسب و مفید کام بھی لیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ ان کے استعمال میں کافی احتیاط برتی جائے اور ان کی سخت نگرانی کی جائے۔ جو لوگ بین الاقوامی بنکداری کے تفصیلی کاروبار میں مہارت نہیں رکھتے انہیں مختلف قسم کی ہنڈیوں کا باہمی فرق سمجھنے میں کسی قدر دشواری ہوگی۔ ایک طرف تو وہ ہنڈیاں ہوتی ہیں جو باہمی کاربراری کا نتیجہ ہوتی ہیں، جن کا صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ ایک مدت معین تک کام چلانے کے لئے انہیں، بلا کسی حقیقی کاروبار کے حسب ضرورت اصل میسر ہو جائے۔ دوسری طرف وہ ہنڈیاں ہیں جو فی الوقت کسی اصلی کاروبار کا نتیجہ نہیں ہوتیں لیکن جو آئندہ واقع ہونے والے کاروبار کی توقع پر رکھی جاتی ہیں اور جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ درآمد و برآمد کے مختلف موسموں کے درمیانی وقفے میں کام چلانے کے لئے روپیہ حاصل ہو جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیونکر خارجی ہنڈیوں کی ان مختلف قسموں میں امتیاز کیا جائے۔ گو عام لوگوں سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ آسانی کے ساتھ یہ امتیاز کر لیں گے تاہم یہ بات کچھ دائرہ امکان سے خارج نہیں ہے۔ جس طرح داخلی تجارت کے اندر بڑے کاٹنے کا کاروبار کرنے والے یہ پہچان لیتے ہیں کہ کون کون سی ہنڈیاں اصلی ہیں اور کون کون سی مصنوعی، اسی طرح خارجی ہنڈیوں میں بھی یہ امتیاز ممکن ہے۔ ہم اس طریقے کو محض اس بنا پر

قابل لغت نہیں قرار دے سکتے کہ لوگ مبادلات اس کا بیجا استعمال کرتے ہیں۔ کم از کم اس وقت تک تو ہم اس کو بڑا نہیں کہہ سکتے جب تک کہ واضح طور پر یہ بات ثابت نہو جائے کہ اس کی وجہ سے جو جو برائیاں نمودار ہوتی ہیں، وہ بہ مقابل اس کے فوائد کے زیادہ ہیں۔

بہر حال فی الوقت اس تحقیق کی چنداں ضرورت نہیں کہ سادہ ہنڈیوں کے مفید اور مضر نتائج کیا ہیں۔ یہاں تو صرف یہ جاننا کافی ہے کہ خارجی ہنڈیوں کی مجموعی مقدار کا ایک حصہ ہمیشہ اس قسم کی ہنڈیوں پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ کہ مبادلات خارجہ پر ان کا بہت اہم اثر پڑتا ہے۔ مبادلات خارجہ سے متعلق جس کتاب پر نظر ڈالئے اس کا اصلی مبحث ہی خارجی ہنڈیاں ہوتی ہیں۔ لہذا جب تک کہ ان ہنڈیوں کی حقیقت و خاصیت اور ان کی مختلف قسموں کے متعلق صحیح معلومات اور ان پر کافی عبور حاصل نہو، اس وقت تک ان کی قیمتوں کے تغیرات کو اچھے طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔ لہذا گزشتہ تین باب ہم نے اسی مقصد کے لئے وقف کر دئے۔ سب سے پہلے تو ہم نے ان کا دوبارہ کی ایک ابتدائی تحقیقات کی جن کی بدولت خارجی ہنڈیاں نمودار ہوتی ہیں۔ بعد ازاں ہم نے بین الاقوامی قرضداری کی، جن پر ان ہنڈیوں کا انحصار ہوتا ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ تشریح کی اور آخر میں ہم نے یہ معلوم کیا کہ جب یہ ہنڈیاں فی الحقیقت لگے جاتی ہیں تو ان کی مختلف قسمیں اور ہر قسم کی خصوصیات کیا ہوتی ہیں۔ گویا ہم مواد اور مشین کی تحقیق تو کر چکے، اب خود کار و بار کا مطالعہ کرنا باقی ہے۔

## چوتھا باب

خارجی ہنڈیوں کی قیمتوں میں جن مختلف عناصر قدر کی بدولت کمی بیشی نمودار ہوتی ہے اس کی تفصیل

اس میں شک نہیں کہ خارجی ہنڈیوں کی خرید و فروخت دراصل ایک سیدھا سادہ کاروبار ہے جس کا مقصد قرضوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ منتقل کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے پہل یہ خیال ہمارے دماغ میں نہیں گزرتا کہ انہی قیمتوں میں کسی قسم کا تغیر و تبدل واقع ہو سکتا ہے۔ لیکن جو بھی مبادلات خارجہ کا عملی کاروبار شروع ہوتا ہے اور مختلف ممالک کے باہمی حسابات طے ہونے لگتے ہیں تو یہ بات فوراً ہمارے پیش نظر ہو جاتی ہے کہ خارجی ہنڈیوں کی قیمت کبھی حالت سکون میں نہیں رہتی بلکہ اس میں ہمیشہ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ اس باب میں ہمیں انہی اختلافات اور ان کے مختلف اسباب کی تحقیق کرنا مقصود ہے۔ اور گو اس میں شک نہیں کہ اختلافات قیمت کی ہر منفرد مثال ایک جداگانہ اور مخصوص تشریح کی محتاج ہوتی ہے تاہم چند عالم دور صریح قوانین ایسے موجود ہیں جن کے مطابق اس قسم کے تمام اختلافات ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جو عملی تشریح کے بھی قابل ہیں۔

جیسا کہ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں اختلافات قیمت کا سب سے پہلا سبب اس وقت نمودار ہوتا ہے جب کہ بمقابلہ دوسرے ممالک کے کسی ملک کے مطالبات کی

44 مجموعی مقدار اس کی ذمہ داریوں کی مجموعی مقدار سے زیادہ یا کم ہوتی ہے۔ اول الذکر صورت میں ہنڈی لکھنے والوں کو جنہیں ہم آئندہ سے بنظر اختصار برآمد والے کہا کریں گے۔ حالانکہ اس جماعت میں وہ نام لوگ شامل ہیں جو بیرونی مالک کے خلاف مطالبات رکھتے ہیں، عام ازیں کہ وہ کسی قسم کے ہوں) ایسے لوگ کافی تعداد میں نہیں ملتے جو انکی تمام ہنڈیاں خریدیں کیونکہ صرف وہی لوگ خریدیں گے جنہیں باہر کچھ قرضہ ادا کرنا ہوا وہ ہم یہ فرض کر چکے ہیں کہ ان قرضوں کی مقدار یہ مقابل مطالبات کے کم ہے پس ایسی صورت میں برآمد والوں کے درمیان ہنڈیوں کی فروخت کے لئے مسابقت شروع ہو جائے گی۔ ہر ایک اپنی اپنی ہنڈیاں فروخت کرنے کے لئے کوشش کرے گا اور اس غرض سے ان کی خطا ہری قدر مساوات سے کم قیمت لینے پر آمادہ ہو جائیگا یعنی ان کچھ بٹہ ادا کرے گا۔ آخر الذکر صورت میں درآمد والی جماعت کو یعنی ان لوگوں کو جن کے ذمہ بیرونی اشخاص کے مطالبات واجب الادا ہوتے ہیں، ہمارے مفروضہ کے مطابق زیادہ قیمتیں باہر بھجوانی پڑتی ہیں اور برآمد والوں کی طرف سے اسی قدر قرضوں کی رسد بہم نہیں پہنچتی۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں درآمد کرنے والے ایک دوسرے سے مسابقت کرنے لگیں گے تاکہ انہیں حسب ضرورت ہنڈیاں دستیاب ہو جائیں جن سے وہ اپنا قرضہ ادا کر سکیں۔ اس غرض سے وہ نہ صرف ہنڈیوں کی قدر مساوات ادا کریں گے بلکہ ان پر کچھ بڑھوتری بھی دینے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔ غرض دونوں صورتوں میں جس بات سے درآمد و برآمد والے بچنا چاہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ کہیں انہیں سونا منتقل کرنا اور اس کی وجہ سے جو نقصانات لاقی ہوتے ہیں، انہیں برداشت کرنا نہ پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مقدار بڑھوی یا بڑا ادا کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں، اس کی کمی بیشی کا انحصار انہی نقصانات کی مقدار پر ہوتا ہے۔ فرض کرو کہ درآمد والے پہلے سے یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ جس قدر ہنڈیاں وہ فراہم کر سکیں گے، وہ ان کے جملہ قرضوں کی ادائیگی کے لئے کافی نہ ہوگی۔ وہ فوراً محسوس کر لیتے ہیں کہ کچھ ادا شدنی قرضے ایسے ہی رہیں گے جن کی ادائیگی کے لئے سونا بھجوانا پڑیگا۔ اب ہر شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ یہ معیبت اس کے حصہ میں نہ آئے اور اس غرض سے ہنڈی لکھنے والوں کو کچھ بڑھوتری دینے میں عجلت کرتا ہے۔ مقصد اس کا یہ ہوتا ہے کہ یہ تھوڑا سا تیار کر کے اپنے آپکو اس سے زیادہ نقصان سے محفوظ رکھیں جو سونا روانہ کرنے میں کرایہ، بیمہ اور سود کے مصارف کی باتہ ہمیشہ لاقی ہوتا ہے۔ اب بڑھوتری کی مقدار ان مصارف کے اندر اندر بڑھ سکتی ہے نہیں بلکہ ان کے برابر ہو سکتی ہے کیونکہ اگر بڑھوتری اور مصارف بالکل برابر بھی ہو جائیں، تب بھی ہنڈی روانہ کرنے میں جو سہولت ہے، وہ سونا بھجوانے میں

44

45

میر نہیں۔ غرض تو اوزن تجارت کی بدولت بڑھوتری کی مقدار اس نقطہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اس کی برعکس صورت میں اگر برآمد والے یہ دیکھیں کہ ابھی ہنڈیاں فروخت نہیں ہو سکتیں اور انھیں مجبوراً اپنے بیرونی قرضداروں سے سونا منگوانا پڑے گا تو وہ اپنی ہنڈیاں بٹے پر فروخت کرنے کیلئے آمادہ ہو جائینگے تاکہ سونا منگوانے کے نقصان سے بچ سکیں۔ اب تو اوزن تجارت کی بدولت بٹے کی مقدار زیادہ سے زیادہ اس نقصان کے برابر ہو سکتی ہے اگر کسی طرح اس سے بڑھ نہیں سکتی۔ ایک اور بات جو اس صورت میں کافی اہمیت رکھتی ہے، وہ یہ ہے کہ رقم حاصل کرنے میں کس قدر مدت لگے گی جتنا کہ برآمد والوں کو ان کی ہنڈیوں کے خریدار ملتے رہتے ہیں، اس وقت تک تو انھوں نے رقم حاصل نہیں کر سکتے۔ لیکن جب ہنڈیوں کی مزید فروخت بند ہو جاتی ہے تو پھر انھیں اپنے سامان برآمد کی قیمت اس وقت تک وصول نہیں ہو سکتی جب تک کہ باہر سے اسکے ہم قدر سونا ان کے پاس واپس نہ کیا جائے۔ لہذا ہر شخص تنخواہ ساسا ایشا کر کے کو تیار ہو جاتا ہے تاکہ ہنڈیوں کی طلب ختم ہونے اور ان پر بٹے قائم ہونے سے پہلے وہ اپنی ہنڈیاں فروخت کر دے۔ لیکن اس بٹے کی مقدار کسی طرح ان مصارف سے زیادہ نہیں ہو سکتی جن کی طرف ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ اگر ہم انھی نتائج کو حقیقی اعداد کی صورت میں پیش کریں تو وہ مکمل طور پر واضح ہو جائیں گے۔ بالخصوص اگر کوئی ایسی مثال دستیاب ہو جس میں زرمردہ کے اختلافات کی وجہ سے ہنڈیوں کی قدر مساوات منفی یا زیادہ پیچیدہ نہ ہو گئی ہو۔ جس زمانے میں نیو آرمین اور نیویارک ابھی ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کا زرمردہ غیر بدل پذیر زر کاغذی کی خود مختار اجرائیوں کی بدولت ابھی منقسم اور دوہم برہم نہیں ہوا تھا، اس وقت ان دونوں مقامات کے درمیان جو تجارتی تعلقات قائم تھے ان پر نظر ڈالنے سے ہمیں اپنے حسب نفاذ ایک نہایت ہی موزوں مثال دستیاب ہوتی ہے۔ ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ دونوں شہروں میں ایک ہی قسم کا زر رائج ہے۔ اب اگر کسی وقت نیویارک کے خلاف ہنڈیوں کی مقدار جو نیو آرمین میں فروخت کے لئے موجود ہوں، ان رقم کے مساوی ہو جو نیویارک کو نیو آرمین سے وصول طلب ہیں۔ یعنی اگر دونوں شہروں کی قرضداری نقطہ توازن پر پہنچ جائے۔ تو ایسی صورت میں نیویارک میں ادا شدنی سو ڈالر کی ایک درشنی ہنڈی کی قیمت ٹھیک سو ڈالر ہی ہوگی (واضح ہو کہ ہم سوڈ کے اُس فرق کو ابھی نظر انداز کر دیتے ہیں جو اختلاف میعاد کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے) لیکن اگر نیویارک کو جو قسم واجب الایصال ہو وہ بمقابل نیو آرمین کے سطلابا ہت کے زیادہ ہو تو ایسی صورت میں نیویارک کو رقم سمجھانے والے اشخاص ہنڈی سمکنے والوں کو جلدی سے کچھ بڑھوتری ادا کریں گے اور عملاً سو ڈالر کے انھیں نصف ڈالر زیادہ دیں گے۔

کیونکہ خوف یہ ہے کہ اگر انہوں نے یہ ہنڈیاں حاصل نہ کیں تو وہ سونا روانہ کرنے پر مجبور ہوں گے اور اس حالت میں کرایہ اور بیمہ کی بابت انہیں فی صدی ڈیڑھ ڈالر زیادہ ادا کرنا پڑے گا۔ اب جس قدر ہنڈیوں کی تعداد کافی ہوگی اور جوں جوں ان کی رسد میں تخفیف ہوتی جائے گی، اسی قدر بڑھوتری کی مقدار بھی یقیناً بڑھتی جائے گی، یہاں تک کہ فروشنندوں کو تقریباً ڈیڑھ ڈالر منافع ملنے لگے گا۔ ظاہر ہے کہ اب بڑھوتری کی شرح اس قدر زیادہ ہے کہ رقم سمجھانے والوں کو کسی خاص ذریعے کی پروا نہیں ہے۔ خواہ وہ اپنا قرضہ ہنڈیاں خرید کر ادا کریں یا سونا سمیٹ کر، ان کے لئے دوڑوں کا حق ایک سی ہیں۔ ایسی صورت میں کچھ لوگ تو سونا سمجھانے لگیں گے اور دوسرے ہنڈیاں خریدیں گے۔ اسی اثنا میں نیویارک کو جو مزید رقم واجب الایصال تھی، اس میں سونے کی روانگی کی وجہ سے تجدید تخفیف ہوتی جائے گی۔ برآمد والے یہ دیکھ کر کہ اب ان کی ہنڈیوں کے لئے لوگ پہلے کی طرح بے چین نہیں ہیں، فوراً اس تغیر کو محسوس کریں گے اور بڑھوتری کا نسبتاً متوازی مقدار پر قانع ہو جائیں گے، تاکہ طلب کے مکمل طور پر ختم ہو جانے سے پہلے انہیں کچھ نہ کچھ منافع حاصل ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ ہنڈیوں کی قیمت میں تخفیف ہوتی جائے گی یہاں تک کہ مبادلہ دوبارہ مساوات یا تحت مساوات کی حالت پر پہنچ جائے گا۔ اس کے برعکس اگر کسی وقت نیوآرلین میں ہنڈیاں زیادہ ہوں اور ان کے خریدار کم تو ہنڈی لکھنے والے اشخاص کو یہ خوف پیدا ہو جائے گا کہ کہیں انہیں اپنے مال کے محاذ میں نیویارک سے سونا منگوانا اور اس طرح اپنے کاروبار کو فی صدی ڈیڑھ ڈالر کے خسارہ میں ڈالنا نہ پڑے۔ لہذا قبل اس کے کہ مبادلہ اس نقطہ تک پہنچ جائے وہ اپنی ہنڈیاں بڑھ پر فروخت کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس بڑے کی شرح ڈیڑھ فی صدی سے کسی حالت میں زیادہ نہیں ہو سکتی کیونکہ ہم نے یہ فرض کر لیا ہے کہ اگر جاز پر سونا روانہ کیا جائے گا تو اسی شرح سے مصارف لاحق ہوں گے۔ غرض ہم نے یہاں تک جس قدر تحقیق کی ہے، اس سے یہ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ دو انتہائی حدود کے اندر مبادلات میں تغیر تبدیل ہو سکتا ہے (بشرطیکہ ہنڈیاں درشنی اور ایک ہی قسم کے سکے میں ادا شدنی ہوں)۔ ان میں سے ایک انتہا پر وہ مقدار ہے جو قیمت مساوات کے ساتھ سونا روانہ کرنے کے مصارف جوڑنے سے حاصل ہوتی ہے اور دوسری انتہا پر وہ مقدار ہے جو انہی مصارف کو قیمت مساوات سے منہا کرنے کے بعد بچ رہتی ہے۔ عملاً مبادلات شاید نادار ہی ان انتہائی مقامات پر پہنچتے ہیں۔ بلکہ مختلف اسباب کے اثر سے وہ انہی دو حدود کے درمیان کم و بیش ہوتے رہتے ہیں۔ ایسی ایک انتہائی حد نہیں

پہنچنے پائی کہ دوسرے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے مبادلات کا مخالف سمت میں رجحان ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات حالات اس قسم کے پیدا ہوتے ہیں کہ مبادلات منقام زر سے بھی آگے بڑھتے یا پیچھے ہٹ جاتے ہیں لیکن یہ بات اس سبب کا نتیجہ نہیں ہے جس کی ہم اب تک تشریح کرتے آئے ہیں یعنی توازن قرضداری کا عام ازیں کہ وہ کسی ملک کے موافق ہو یا مخالف۔ لہذا ہم اب دوسرے اسباب کا پتہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس قسم کی ایک مثال ۱۹۱۷ء کے ابتدائی مہینوں میں، جبکہ ریاستہائے متحدہ میں خانہ جنگی کا خوف روز افزوں تھا، واقع ہوئی تھی۔ امریکہ کے مبادلات کی شرحوں میں زبردست کمی پیشاں نمودار ہوئیں، حتیٰ کہ بعض وقت مبادلات منقام زر سے بہت نیچے اتر گئے تھے۔

توازن تجارت امریکہ کے بہت زیادہ موافق تھا۔ ایک طرف تواناج اور آٹے کی کثیر مقداریں باہر روانہ کی گئی تھیں اور دوسری طرف سیاسی خوفزدگی کی وجہ سے بیرونی ممالک کے مال کی بہت کم درآمد ہوئی تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ ان ممالک کے خلاف امریکہ کے مطالبات بمقابل اس کی ذمہ داریوں کے بہت بڑھ گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان حالات میں مبادلات منقام زردنک گر جائیں تو یہ کچھ زیادہ تعجب کی بات نہیں۔ لیکن واقعہ یہ تھا کہ مبادلات اس حد سے بھی نیچے گر گئے تھے۔ لہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے کیا اسباب تھے۔

اس واقعہ کا محض یہ سبب تھا کہ اس زمانے میں برآمد والے اشخاص کو فی الفور اپنی ہنڈیاں فروخت کر دینے کی خاص طور پر شدید ضرورت درپیش تھی خواہ اس عہد کی بدولت انھیں کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے۔ سوال سارا وقت کا تھا۔ سبائے اس کے کہ انگلستان سے سونا وصول ہونے تک انتظار کیا جانا، یہ زیادہ مناسب سمجھا گیا کہ تین چار فی صدی کا نقصان اٹھا کر انگریزی ہنڈیوں کی رقم فوراً حاصل کر لی جائے۔ برآمد والے شخص کے سامنے صرف دو صورتیں موجود تھیں۔ یا تو یہ کہ جس قیمت پر بھی ہو سکے، اپنی ہنڈیاں فروخت کر دے یا انھیں خود اپنے طور پر یورپ روانہ کر دے۔ اور اپنے کارندوں کو ہدایت کر دے کہ ان ہنڈیوں کو بیٹھا کر ورم وصول ہو، اُسے بہ شکل فلز اس کے پاس روانہ کر دیں، گو آخر الذکر صورت زیادہ ارزاق تھی لیکن چونکہ اس کو سرمایے کی فوری ضرورت تھی (یا چھوٹے اسباب ناگہانی کے اثر سے اس کو یقین تھا کہ ایسی ضرورت لاحق ہوگی) لہذا اس لئے اول الذکر صورت اختیار کی۔

معمولی اوقات میں صورت حال یہ ہوتی کہ اصلدار ضرور تمند فروشدندوں سے ہنڈیاں خریدنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ مسابقت کرتے اور سستے داموں ہنڈیاں خرید کر اور انھیں اپنے طور پر یورپ روانہ کر کے خوب منافع کماتے۔ بالفاظ دیگر وہ سجاری بٹہ کاٹ کر ہنڈیاں خریدتے اور اس بات کی کوشش کرتے کہ مقام زر سے جس قدر ممکن ہو کم قیمت ادا کریں اور بعد ازاں خود کم از کم مقام زر والی قیمت وصول کر لیں (اور یہ ہم پہلے ہی معلوم کر چکے ہیں کہ قدر سادات سے روانگی زر کے مصارف منہا کرنے کے بعد جو بیچ رہے، وہی اس صورت میں مقام زر والی قیمت ہوگی) لیکن جس زمانے میں تجارت کی حالت نازک ہوتی ہے اور کاروبار والے اشخاص ہیبت زدہ ہو جاتے ہیں تو اس قسم کے اصلدار شاذ و نادر ہی ہنڈیاں خریدتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ اپنا روپیہ ایسے تمغینی کاروبار میں لگائیں جس کی وجہ سے چند ہفتوں کے لیے یعنی جب تک کہ ہنڈیوں کا سونا ان کے پاس نہ پہنچ لے، رقم ان کے تصرف سے نکل جاتی ہے۔ وہ خیال کر سکتے ہیں کہ شاید اس وقفے میں شرح سود اس قدر بلند ہو جائے کہ ہنڈیوں کے ذریعہ سے اس سے زیادہ منافع حاصل ہونے کی توقع نہ رہے۔ مثلاً فرض کرو کہ مبادلے سے انھیں ڈیڑھ فی صدی خالص منافع حاصل ہونے کی توقع تھی۔ اب لازمی طور پر انھوں نے پہلے ہی یہ اندازہ کر لیا ہو گا کہ ہنڈی کی قیمت ادا کرنے کے وقت سے اس کے معاوضے کا سونا ہاتھ لگنے تک، انھیں کس قدر سود کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ فرض کرو کہ وہ اس وقفے کی مدت ایک مہینہ قرار دیتے اور ب حساب ۶ فی صدی سالانہ یہ اندازہ کرتے ہیں کہ اس مدت میں انھیں نصف فی صدی سود کا نقصان ہو گا۔ اب اگر شرح سود کا ایک سالانہ ۲۴ فی صدی تک چڑھ جائے تو انھیں ایک ماہ کے لئے ۲ فی صدی سود ادا کر کے قرضہ لینا پڑے گا۔ لہذا وہ بھی اصل کے اس حصے کی تکمیل ہو جائے جو یورپ کی طرف جا رہا ہے یا وہاں سے واپس ہو رہا ہے۔ بالفاظ دیگر انھیں اپنے اندازے سے ڈیڑھ فی صدی زیادہ دینا پڑے گا اور اس طرح مبادلے پر جو ڈیڑھ فی صدی منافع حاصل ہونے کی توقع تھی، وہ اب پوری نہ ہو سکے گی۔ پس جس حالت کو ہم اصطلاح میں بازار زر کی تنگی سے تعبیر کرتے ہیں، سبادلات پر اس کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ ایک طرف تو فروشدندے ہنڈیاں بیچنے کے لیے بے چین ہوتے ہیں اور دوسری طرف خریدار انھیں خریدنے میں تامل کرتے ہیں اور جب تک کہ کوئی سخت جمبوری نہ ہو، انھیں خریدتے نہیں لے سکتے۔ جب میں الا توامی کاروبار حالت توازن میں ہوتے ہیں تو بازار زر کی تنگی کا اس قدر سخت اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ اس حالت میں جتنے فروشدندے فروخت کے لیے بے چین ہوں گے اتنے ہی

خریدار خریدنے پر مجبور ہوں گے۔ اور زر کی گرانی کا صرف یہ اثر پڑے گا کہ خریدار آخردقت تک رقموں کی روانگی کو التوا میں ڈالیں گے۔ اور فروشنندے سے یہ چاہیں گے کہ یہ رقمیں جلد سے جلد ادا ہوں۔ جس ملک میں زر گراں ہو یا جہاں خوف و دہشت طاری ہو اور اسی کے ساتھ اس کی برآمد بمقابلہ درآمد کے زیادہ ہو تو ایسی صورت میں البتہ بازار زر کی تنگی کا پورا پورا اثر محسوس ہونے لگتا ہے۔ ایک طرف تو یہ بات یقینی ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی کو اپنے مال کے معاوضہ میں باہر سے سونا منگوانا پڑے گا اور دوسری طرف ہر شخص یہ خواہش کرتا ہے کہ اسے سونا وصول ہونے تک انتظار نہ کرنا پڑے۔ لیکن ایسا عجیب اتفاق شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ جو ملک دوسرے ممالک کو زیادہ سامان بھجوانا اور خود ان سے کم سامان لیتا ہے، وہاں عام طور پر بازار زر میں اصل کی رستہ خصوصیت کے ساتھ اچھی جوتی ہے۔

شرح مبادلہ کی کئی پیشی پر چند اور اسباب کا بھی اثر پڑتا ہے۔ یہاں تک تو ہم نے خاص خاص اہم اصولوں کو وضاحت کے ساتھ سمجھنے کی غرض سے یہ فرض کر لیا تھا کہ تمام منہڈیاں درستی ہوتی ہیں۔ لیکن عملی طور پر کثیر التعداد منہڈیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جو تاریخ تنحیر یا تاریخ قبولیت سے کچھ مدت کے بعد قابل ادا ہوتی ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں منہڈی علی الترتیب بعد تنحیر یا بعد قبولیت ہے۔ یعنی تنحیر یا قبولیت سے اتنے روز بعد اس کی ادائیگی لازمی ہے۔ اس طرح دونوں اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جن کا شرح مبادلہ پر اثر پڑتا ہے۔ ایک تو یہ کہ نقد رقم دیکر جو منہڈی خریدی جاتی ہے وہ خود ایک مدت معینہ تک ناقابل ادا ہوتی ہے۔ لہذا یہ سول پیدا ہوتا ہے کہ اس بنا پر قیمت سے کس قدر منہڈی کی جائے۔ دوسرے یہ کہ کہیں منہڈی کی معیاد ختم ہونے سے پیشتر اس کو کھنے اور قبولنے والا، دونوں دیوالیہ نہو جائیں۔ لہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منہڈی کے خریدار کو ان دونوں کا کس قدر اعتبار ہے۔ اس طرح دونوں ممالک کے اعتبار کی حالت، اور جس ملک کو منہڈی بھیجی جاتی ہے وہاں کی شرح سود یہ دونوں شرح مبادلہ کی کئی پیشی کے زبردست عامل ہیں۔

اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جس ملک میں منہڈی کھنی جاتی ہے اگر وہاں زر کا بازار تنگ ہو تو سبا و دلات پر اس کا اثر پڑتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے فروشنندہ منہڈی بیچنے کے لیے زیادہ پیچیدہ ہوتا ہے اور خریدار کو اس کے خریدنے میں زیادہ مبالغہ نظر پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر ملک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ منہڈیوں کا معاوضہ ہاتھ لگنے تک سود کا جو نقصان ہوتا ہے اس سے بچ جائے۔

لیکن ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو یہ نقصان برداشت کرنا ضروری ہے۔ اور ان کے منگامی بازارز میں جو کچھ شرح سود ہوگی، اسی پر اس نقصان کی کمی پیشی کا انحصار ہوگا لیکن جن ہنڈیوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے اگر وہ فوراً قابل ادائیگی ہوں تو اس صورت میں خریدار کو اس بات کا اور لحاظ کرنا ضروری ہے کہ جس ملک کے خلاف ہنڈیاں لکھی گئی ہیں، وہاں سود کی کیا شرح ہے اگر اس کو باہر قرضہ ادا کرنا ہے تو بیرونی قرضخواہ بیرونی شرح ہی کے مطابق اس سے سود وصول کرے گا اور جب تک کہ اس کی مرسلہ ہنڈی ادا نہ ہو جائے، سود کا یہ سلسلہ برابر جاری رہیگا۔ لہذا یہ دیکھنا چاہئے کہ جو ہنڈی وہ خریدنا ہے آیا وہ فوراً قابل ادائیگی ہے یا وصول ہونے کے ۶۰ دن بعد اس کی ادائیگی لازم ہوتی ہے، کیونکہ آخرا ل ذکر صورت میں لازم ہوگا کہ وہ بیسرونی شرح کے مطابق دو ماہ کا سود ادا کرے۔ اب جس قدر بیرونی شرح سود زیادہ ہوگی، اسی قدر وہ ساٹھ پونم کی میعاد ہنڈی کی قیمت میں تخفیف کرے گا۔ اور جس قدر شرح مذکور کم ہوگی، اسی قدر وہ ہنڈی کی قیمت میں اضافہ کر سکے گا۔ ادل ل ذکر صورت میں، یہ مقابل آخرا ل ذکر صورت کے قیمت سے زیادہ مفدا رہنہا کرنا ضروری ہے۔ یا اگر ان اصلداروں کی مثال پیش نظر ہو جو ہنڈیوں کی کثرت اور فرسٹمنڈوں کی حاجت کے وقت ہنڈیاں خریدتے ہیں، تاکہ انھیں بیرونی ممالک میں سبجو کر سونے کی شکل میں معاوضہ حاصل کریں، تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں ان کے بیرونی کارڈوں کو سپاہا ہنڈیوں پر بٹھا کاٹنا پڑے گا لہذا اصلداروں کے منافع پر بیٹے کی کمی پیشی کا اثر پڑنا لازمی ہے۔ اگر انھیں یہ خوف ہو کہ جس ملک کے خلاف ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں، وہاں شرح سود بلند ہوگی تو وہ اسی مناسبت سے ہنڈیوں کی قیمت میں تخفیف کریں گے۔ برخلاف اس کے اگر ان کا یہ اندازہ ہو کہ شرح مذکور روئی ہوگی تو وہ اسی تناسب سے ہنڈیوں کی زیادہ قیمت دے سکیں گے۔ بیویارک کے اصلداروں نے انگریزی ہنڈیوں کی قیمت مقام رز سے بھی تین اور چار فیصدی نیچے گرا دی تھی۔ صاف بات ہے کہ انھیں قدرتی طور پر یہ پریشانی تھی کہ نہ معلوم انگلستان میں اپنی ساتھ رز ہنڈیوں پر کس شرح سے بٹھا ادا کرنا پڑے۔

درشنی ہنڈیوں کے علاوہ اور تمام ہنڈیوں کی شرح مبادلہ پر کسی بات کا اس قدر مدعا میا زبردست اثر نہیں پڑتا جس قدر کہ ہنڈی ادا کر نیوالے ملک کی شرح سود کا۔ درشنی ہنڈیوں میں جو کمی پیشی ہوتی ہے وہ ایک حد تک مقام رز تک محدود ہوتی ہے۔ حد رز سے وہ عارضی طور پر آگے بڑھ سکتی یا پیچھے ہٹ سکتی ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ دو ملک ایک دوسرے سے بہت دور واقع ہوں اور ایک ملک سے

دوسرے ملک میں بہ عجلت سونالیا جائیگا یا غیر ممکن ہو اور فوراً معاوضہ حاصل کرنے کی سخت ضرورت درپیش ہو، مختصر یہ کہ جب نہایت ہی غیر معمولی حالات پیدا ہو گئے ہوں۔

برخلاف اس کے میعاد دی ہنڈیوں کی کمی بیشیاں غیر محدود ہیں قبول کرنے والے ملک کے اندر قدر زر کے ساتھ ساتھ ان ہنڈیوں کی قیمتوں میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ مزید برآں ہنڈیوں پر جن اشخاص کے نام لکھے ہوئے ہیں ان کی ساکھ کا بھی قیمتوں کی کمی بیشی پر بہت کچھ اثر پڑتا ہے۔ غرض قدر زر کا، یا پون لکھنے کہ مرود شرح ہنڈی پر تبدیلی کا سبب دلات خارجہ پر جو اثر پڑتا ہے، وہ ایک نہایت ہی اہم معاملہ ہے۔ لہذا آگے چل کر ہم اس پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ غور کریں گے۔

اسکے برعکس ہنڈی لکھنے و نیز قبول کرنے والے کی ساکھ اور اعتبار کا اس کی قدر پر، اور اسی وجہ سے اس شرح مبادلہ پر جس کے مطابق وہ فروخت ہوگی، جس حد تک اثر پڑتا ہے، وہ بہت زیادہ نتیجہ طلب نہیں ہے۔ درجہ اول کی کمپنیوں کے متعلق اصطلاحی زبان میں کہا جاتا ہے کہ ان کے سبب دلات بہترین ہوتے ہیں، کسی غیر مشتبہ حیثیت کے تاجر کو اس کی ساکھ روزہ ہنڈی کے معاوضے میں جو قیمت دی جائے گی، وہ یقیناً اس قیمت سے زیادہ ہوگی جو کسی درجہ دوم کے تاجر کو مل سکتی ہے، بشرطیکہ دونوں ہنڈیاں ایک ہی مقام کے خلاف لکھی گئی ہوں ہنڈیوں کے خریداروں کو گھٹیا ضمانت کی چیز لینے پر رعب کرنے کی صورت ہی یہ ہے کہ ان کے ساتھ قیمت میں رعایت کی جائے۔ چونکہ وہ نسبتاً زیادہ خطرہ برداشت کرتے ہیں لہذا انھیں اس کا معاوضہ ملنا ضروری ہے جہاں تک شرح مبادلہ کا تعلق ہے، اعتبار ایک نہایت اہم چیز ہے، اور جو لوگ بین الاقوامی تجارت کے کاروبار کرتے ہیں، ان کے نزدیک تویہ آپس میں ایک دوسرے کی ساکھ کو پرکھنے کا صحیح ترین معیار سمجھا جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ برآمد والے اشخاص میں سے کس کس کی ہنڈیاں کن کن قیمتوں پر فروخت ہو رہی ہیں۔ جس قدر کسی شخص کی ہنڈی کم قیمت پر فروخت ہوگی، اسی قدر وہ اپنے پڑوسیوں میں زیادہ ساکھ والا تصور کیا جائے گا۔ غرض اسی اعتبار کی بدولت عند الطلب ہنڈیوں کی قیمتوں تک میں فرق پڑ جاتا ہے، چہ جائیکہ میعاد دی ہنڈیاں جن کی قیمت کا کوئی قطعی یا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا اور زیادہ مشکل ہے۔ مزید برآں جب تجارتی طقوں میں کسی نہ کسی وجہ سے خوف و دہشت طاری ہو جاتی ہے تو سبب دلات عام طور پر اس سے متاثر ہوتے ہیں اور تمام ہنڈیوں کی قیمتیں گر جاتی ہیں۔ امریکہ کی جو مثال ہم اوپر پیش کر چکے ہیں اس میں ہنڈیوں کے خریدار اس بات پر مجبور تھے کہ ان پر اعلیٰ شرح سے بلے لائیں، تاکہ اپنے خیال میں وہ

جس قدر خطرات برداشت کر رہے تھے، ان سب کا انھیں معاوضہ لجاٹے۔ جس مال و سامان کی بنا پر ہنڈیاں کھسی گئی ہیں، اس کی قیمت میں زبردستی کمی واقع ہونے سے نتیجہ یہ ہو گا کہ یا تو یہ ہنڈیاں قطعاً قبولی ہی نہ جائیں گی اور جب تک خریدار کھنے والے سے اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کرے، کیا عجب ہے کہ آخر الذکر کا دپوالہ نکل چکا ہو۔ یا یہ کہ ہنڈیاں قبول تو ہو جائیں گی لیکن ان مشکلات کے باعث جو امریکہ سے تعلق رکھنے والے اشخاص کو پیش آنے کا اندیشہ ہے، اپنی معیاد کے اختتام پر ادا نہ ہوں گی۔

اسی طرح جب کسی پوری قوم کا اعتبار گر جاتا ہے تو اس کے خلاف بھی ہنڈیاں فروخت کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور بڑی بڑی رعایتیں کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ لوگ محسوس کرتے ہیں کہ ہنڈی قبول کرنے والے کی حالت زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے۔ ایسی حالت میں خریدار کے پاس حسب معمول ہنڈی کھنے والے اور قبول کرنے والے، دونوں کی مشترک ضمانت نہیں ہوتی بلکہ صرف کھنے والے کی ضمانت باقی رہ جاتی ہے۔ لیکن واضح رہے کہ ہم اس استدلال کو بہت دور تک نہیں لے جاسکتے۔ کیونکہ جب کسی کوئی پوری قوم بے اعتبار ہو جاتی ہے تو بالعموم بہت سے اور اثرات کام کرنے لگتے ہیں، جن کی بدولت اس ملک کے خلاف ہنڈیوں کی قیمت میں کمی واقع ہوتی ہے اور پھر یہ معلوم کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ مختلف اسباب کا عملی الترتیب کس کس قدر اثر پڑا ہے۔ مثلاً کس قدر کمی نام نہا و ناموافق تواریخ تجارت اور کثرتِ قرضداری کا نتیجہ ہے کس قدر فقدانِ اعتبار کا، اور کس قدر ایک اور سبب، یعنی زر کے آثار کا، جس کی ہم نے ابھی تک تحقیق نہیں کی ہے۔

58

یاد رہے کہ ہنڈی کے ذریعے سے جو معاملے ہوتے ہیں، وہ صرف اس قدر ہے کہ ایک مقام پر کچھ رقم ادا کر دی جاتی ہے تاکہ اس کے معاوضہ میں اتنی ہی رقم دوسرے مقام میں حاصل ہو سکے۔ اگر کسی شخص کو فرانس کے خلاف ہنڈی خریدنا مقصود ہے تو وہ کسی ایسے تاجر کی تلاش کرے گا جو فرانس کے ساتھ تجارتی کاروبار کرتا ہے۔ اس کو اسٹریٹنگ کی شکل میں کچھ رقم ادا کرے گا اور معاوضہ میں کسی فرانسیسی تاجر کے نام سادی رقم کی ایک ہنڈی حاصل کرے گا۔ یہاں تک جو کچھ کہا گیا ہے، اس کا اطلاق سادی حیثیت سے تمام ممالک پر ہوتا ہے۔ اب اگر تمام دنیا میں کوئی مشترک زر اختیار کر لیا جائے اور ہمیں مختلف اقسام زر مثلاً فرانک و فلارن اور ڈالر اور پونڈ کے پریشیاں کن حسابات میں قبلا ہونے کی ضرورت لاحق نہ ہو تب بھی وہ اصول جن کی ہم تحقیق کر چکے ہیں، سہاں نہیں گے

اور ان پر عملدرآمد جاری رہے گا۔ لیکن ہیں اس حقیقی صورت حال کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ وہ یہ کہ اگر ہم لندن میں کچھ رقم ادا کریں اور معاوضہ میں اسی قدر رقم وائٹا یا سینٹ پیٹرز برگ میں حاصل کرنا چاہیں تو ایسی صورت میں قدر مساوات کا ٹھیک ٹھیک تینا لگانا ایک نہایت مشکل کام ہے۔ اگر دونوں ملکوں میں طلائی زر کا رواج ہے تو حسابات نسبتاً زیادہ آسان ہوتے ہیں گو اس حالت میں بھی اگر زر طلائی کے ساتھ ساتھ زر کاغذی بمقدار کمزیر موجود ہو تو مسئلہ کسی قدر زیادہ پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ اگر ایک ملک میں زر طلائی اور دوسرے میں زر لقمائی کا رواج ہو تو ان دونوں کا متبادل کرنے میں پیچیدگی اور زیادہ ہوتی ہے۔ اور اگر کہیں ان دونوں میں سے کسی ایک جگہ بھی غیر معدودہ یا غیر بدل پذیر زر کاغذی ہو تو پھر کسی قابل اعتبار نتیجہ پر پہنچنے سے قطعاً باؤس ہو جانا چاہیے۔ فرض کر دو کہ لندن میں ایک سو پونڈ اسٹریلنگ ادا کئے جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وائٹا میں ان سو پونڈ کی کیا قدر ہوگی، وہ کیا قوانین ہیں جو اس حالت میں سہاولات پر اپنا اثر ڈالیں گے۔ اگر ہم امتحاناً یہاں بھی اسی اصول کا اطلاق کریں، جن کی ہم پہلے تحقیق کر چکے ہیں، تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وہ اصول برقرار نہیں رہتے بلکہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ خارجی ہنڈیوں کی قیمتوں میں جو کچھ کمی پیشیاں ہوتی ہیں، ان کے متعلق ہم یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ وہ چند صدوں کے اندر محدود رہتی ہیں اور اسی صدوں کے اندر اندر طلب دوسرے معمولی قوانین کے تابع ہوتی ہیں اور کچھ غیر معمولی حالات کے مدعیینہ سے ناظر چڑھتی ہیں اور نیچے گرتی ہیں۔ اگر ہنڈی لکھنے والے روانہ کرنیوالوں سے تعداد میں زیادہ ہوں۔ یعنی اگر کسی ملک کے قرضہ اہوں کی تعداد متقابل اس کے قرضہ داروں کے زیادہ ہو۔ تو جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں، ایسے ملک کے خلاف ہنڈیاں فروخت کرنے میں وقت ہوگی اور فروخت شدہوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اس کی برعکس حالت میں خریداروں کو کچھ بڑھوتری ادا کرنا پڑے گا۔ لیکن دونوں صورتوں میں نقصان کی مقدار خواہ براہ راست یا بالواسطہ روانگی زر کے مصارف سے تبادلاً نہیں کر سکے گی۔ جس شخص کو باہر سے رقم منگوانی ہے، اگر وہ دیکھے کہ اس مقدار کی ہنڈی کچھ فروخت کرنے میں اسے نقصان ہوگا تو سبائے اس کے کہ وہ مدعیینہ سے زیادہ نقصان برداشت کرے وہ اپنے خارجی قرضہ دار کو ہدایت کر دے گا کہ اس کے پاس سونا روانہ کر دے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بیرونی تاجروں کا قرضہ دار ہو، اور روانگی زر کے مصارف سے زیادہ نقصان اٹھائے، بظاہر ہنڈی خرید نہ سکے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے قرضے سے سبکدوش ہونے کے لئے روانگی زر کا طریقہ ہی اختیار کرے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جس ملک کے خلاف ہنڈیاں منگی جاتی ہیں، اگر وہاں غیر معدودہ زر کاغذی رائج ہو

59

60

اور اس کی بنیاد قطعاً نظر پر نہ ہو، یا اگر کثیر مقدار میں بڑھوٹزی ادا کئے بغیر وہاں سے فز حاصل نہیں کیا جاسکتا ہو، یا اگر فز کی برآمد قطعاً ممنوع کر دی گئی ہو، یا اگر سولے بڑھوٹزی کا لین دین خلاف قانون قرار دیا گیا ہو، تو ان حالات میں کیا نتائج برآمد ہونگے۔ ظاہر ہے کہ مبادلات کی کمی بیشیوں کے وجود و عدم نے پہلے مبین کئے تھے، وہ ان حالات میں قطعاً بڑھوٹزی نہیں رہتے۔ اگر ایسے ملک کا قرضخواہ یہ دیکھے کہ وہ اپنے مطالبے کی ادائیگی میں سے سونا حاصل نہیں کر سکتا اور بجز ہنڈی کھنے اور اسے فروخت کرنے کے رقم وصول کرنے کی کوئی اور ترکیب نہیں ہے، تو وہ بدرجہ مجموعی کثیر سے کثیر اشیاء برداشت کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ ان حالات میں اس کے اشیاء کی مدد میں کرنا ممکن نہیں کیونکہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنی ہنڈی فروخت کرنا چاہتا ہے۔ ہاں اگر ہنڈی کے خریداروں کی تعداد کافی ہو اور ہنڈیوں کے لئے وہ ایک دوسرے پر سبقت کر رہے ہوں تو البتہ کھنے والوں کو بہت زیادہ نقصان نہیں پہنچے گا۔ اسی طرح جس ملک میں زراعت رہا ہو (گو وہاں ایسی صورت کا نمودار ہونا بہت خلاف قیاس ہے) اگر اس کے خارجی قرضدار بمقابل اس کے خارجی قرضخواہوں کے فائدہ میں زیادہ ہوں، اور اسی بنا پر اس ملک کے خلاف ہنڈیوں کی طلب ان کی رسد سے زیادہ ہو گئی ہو تو ایسی صورت میں ہنڈی بیچنے والے جس قدر قیمت طلب کریں، قرضدار اُسے ادا کرنے پر مجبور ہوں گے کیونکہ وہ ادائیگی قرضہ کی دوسری شکل اختیار کرنے، یعنی سونا روانہ کرنے سے معذور ہیں اور اس کی یہ وجہ ہے کہ ہمارے زیر بحث ملک میں سولے بڑھوٹزی کا لین دین منع کر دیا گیا ہے، حالانکہ حالات حاضرہ کے لحاظ سے وہ اس کا بجا طور پر مستحق ہے۔ البتہ خرابی زر کے باعث جس طرح اور اشیاء کی قیمتیں چڑھ گئی ہیں، اسی طرح سولے کی قدر میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ غرض اس حالت میں اگر کوئی چیز ہنڈیوں کی قیمت کو بڑھانے سے روک سکتی ہے تو وہ خود فروشنوں کی باہمی مسابقت ہے۔ بہر حال اگر ہم ذرا غور سے کام لیں تو معلوم ہو گا کہ ان حالات میں بھی ہنڈیوں کی قیمتوں پر اسی نوعیت کی روک ٹوک یا حد بندی موجود ہوتی ہے جیسی کہ ہم اب تک بیان کرتے آئے ہیں۔ اور اس کا پتا لگانا اسی وقت ممکن ہے جبکہ ہم کسی ایسے ملک کی حالت پر غور کریں جہاں کا زر مردہ تو آتا رہا ہو لیکن جہاں سولے بڑھوٹزی کا لین دین مصنوعی طور پر ممنوع قرار نہ دیا گیا ہو بلکہ وہ باقاعدہ طور پر جاری ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر ہم ایسی حالت میں بڑھوٹزی کی مقدار کو سونا منگوانے کے اخراجات میں شامل، یا سونا روانہ کرنے کے مصارف سے منہا کر دیں تو ہمارے طرز عمل خلاف نہیں ہو سکتا۔ اس ملک کے قرضخواہ اپنے مطالبات کی تکمیل کے لئے یا تو ہنڈیاں فروخت کر سکتے ہیں یا

62

براہ راست سونا منگوا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس قرضہ دار اپنے قرضہ سے سبکدوش ہونے کے لئے یا تو ہنڈیاں خرید کر بچھا سکتے ہیں یا براہ راست سونا روانہ کر سکتے ہیں۔ لیکن فرض کر دو کہ ان آخالدار کے اشخاص کو اس قدر گران قیمتوں پر ہنڈیاں خریدنا ناگوار معلوم ہوتا ہے لہذا وہ سونا روانہ کرنے کے مصارف برداشت کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس فلز پر انھیں جو کچھ بڑھوتری ملے گی، وہ ان مصارف میں تخفیف کا باعث ہوگی۔ لہذا فروشنذوں کے مفاد میں اس کی بلند

انھیں بہت بڑا فائدہ حاصل ہوگا۔  
مشکل ساری یہ ہے کہ ان مختلف حالات کی تحقیق کرتے وقت ہنڈیاں کنھنے والے اور ان کے خریدار ان دونوں طبقوں کے متضاد پہلوؤں کا ساتھ ساتھ لحاظ کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے اس استدلال میں سخت پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس پیچیدگی سے قطعی گریز بھی ہمارے لیے ناممکن ہے۔ لہذا یہ بات نہایت مناسب ہے کہ اگر ہم دوران بحث میں صرف کسی ایک طبقے کی حالت پر غور کریں تو طالب علم اپنے طور پر اس کی برعکس حالت کو وضاحت کے ساتھ ذہن نشین کر لے اور مخالف نقطہ نظر سے جو نتائج پیدا ہوں ان پر غور ہی غور کرے۔

63

ہم ابھی یہ تشریح کر رہے تھے کہ اگر کسی ملک کا زر اتر جائے تو اس کے خلاف جس قدر ہنڈیاں کنھی جائیں گی، ان کی قیمتیں نہ صرف ان نام اسباب سے متاثر ہوئیں گی جن پر ہم پہلے غور کر چکے ہیں بلکہ ان سے کہیں زیادہ اثر اس بڑھوتری کا پڑے گا جو بمقابل اتر سے ہوئے زر کے فلز پر ادا کی جائیگی۔ یہاں ہیں یہ بات اجمعی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ بڑھوتری کا اس طرح ادا کیا جانا اتر سے ہوئے زر کی حالت پر پہنچنے کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ وہ خود ایک آخری نتیجہ ہے۔ بالفاظ دیگر وہ ایک انتہائی حد کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ اس حد تک تکٹکٹکھنے کی تندرستی کیفیت کو۔ مندرجہ ذیل استدلال میں ہم نے بمقابل فلز کی بڑھوتری کے زر کا فدی کے اتار کو زیادہ نمایاں کر دکھایا ہے، حالانکہ درحقیقت دونوں باتوں کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے اور دونوں حالتوں میں ہم ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ فلز کی بڑھوتری کا مفہوم اگرچہ اصولاً زیادہ آسانی اور وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آ جاتا ہے لیکن عملی نقطہ نظر سے وہ اس قدر پیچیدگی نہیں ہوتا جس قدر کہ اس کے کاغذی حریف کا اتار یا اس کی قوت خرید کی تخفیف۔

کیونکہ جس ملک میں غیر بدل پذیر زر کاغذی کرنیہ مقدار میں موجود ہوتا ہے، وہاں قیمتیں فلز اپنی اصلی خدمت، یعنی ذریعہ مبادلہ کا کام انجام دینے سے بتریب پیچھے ہٹنے لگتی ہیں اور ان کا شمار

زیادہ تر معمولی خرید و فروخت کی اشیاء میں ہونے لگتا ہے۔ چونکہ ایک دوسرا زرمسولے اور چاندی سے سراسر مختلف ہوتا ہے، نمودار ہو جاتا ہے لہذا اب یہ آخر اندر نظر سیمیار تقویٰ نہیں کئے جاتے، بلکہ خود ایک اور معیار کے تابع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب اس جدید معیار کی وجہ سے تمام اشیاء کی قیمتوں میں عام اضافہ ہوتا ہے تو اور چیزوں کی طرح سونے کی قیمت بھی بحساب زر کاغذی بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً فرض کرو کہ آسٹریا کی حکومت متواتر زر کاغذی جاری کر کر کے اپنے زر کو اتار دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں آسٹریا کے اندر سونے کی قدر یکساں برصغریٰ جائے گی اور اسی تناسب سے ایک سو اٹھارہ فی سادرن کے معاوضہ میں آسٹریا کے کاغذی فلارن زیادہ نقد اور میں حاصل ہونگے۔ لہذا جو لوگ وائٹا کے خلاف ہنڈیاں خریدیں گے وہ ان حالات میں اسی کے مطابق معاوضہ طلب کریں گے۔ برطانیہ اس کے جن لوگوں کو وائٹا کے خلاف ہنڈیاں فروخت کرنا ہونگی یعنی وہ جنہیں آسٹریا میں کچھ فلارن واجب الایعمال ہونگے، انہیں اسی مناسبت سے زیادہ فلارن پیش کرنا پڑے گا تاکہ خریدار ایک ناقص شے کے معاوضہ میں انہیں سونا دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ ورنہ سبھاے ہنڈی خریدنے کے وہ سونا روانہ کرنے کو اپنے لیے بہتر خیال کریں گے جس طرح ایک انگریز سیاح آسٹریا کے اندر ان حالات میں اپنے ایک سادرن کے معاوضہ میں دس کے بجائے پندرہ فلارن پائے گا، اسی طرح صرافہ لندن میں جو لوگ سادرن ادا کرتے ہیں، وہ بھی اسی رعایت کے طالب ہونگے۔ پس معلوم ہوا کہ ایک عامل ایسا بھی موجود ہے جو مبادلات خارجہ کی کئی بیشی پر بہ ظاہر ایسا زبردست اثر ڈالتا ہے کہ جن عوامل پر ہم پہلے بحث کر چکے ہیں، ان میں سے ایک بھی اسکی ہمہری نہیں کر سکتا۔ زر کا سود، مطاببات کے مقابل قرضوں کی کثرت، خوف و ہشت، حاصلے کا بعد وغیرہ وغیرہ، ان مختلف اسباب کی بدولت مطاببات صرف چند فیصدی کے اندر اندر کم و بیش ہوتے ہیں۔ اگر ان تمام اسباب کے متفقہ اثر سے دس فی صدی کا اختلاف پیدا ہو جائے تو یہ ایک غیر معمولی بات سمجھی جائے گی جو نشاؤ و نادر ہی پیش آتی ہے۔ لیکن جو ہمیں زر کا عامل نمودار ہوتا ہے، وائٹا ہی کی ایک مثال فوراً ہمارے پیش نظر ہو جاتی ہے جس میں ہی کئی بیشی سچاس فیصدی تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح روسی مبادلات میں بھی بسبب زر کاغذی کی کثیر مقدار کے، جو عملاً بالکل غیر بدل پذیر ہے، ہمیشہ زبردست سے زبردست تیز رفتاری واقع ہونے رہتے ہیں۔

64

65

لے یہ کیفیت اس میں غریب کی گنجائی، اس کے بعد سے آسٹریا اور روس کے مبادلات میں بڑی بڑی بنیادیں واقع

لیکن ایک لحاظ سے یہ بھی بیشیاں محض ظاہری ہیں۔ مذاں کی وجہ سے اس قدر نفع ہوتا ہے، نقصان، اور نہ قدر میں اس قدر اختلاف پیدا ہوتا ہے جس قدر کہ اوپر اشارہ کیا گیا۔ جب زر اُتر جاتا ہے تو اس کا اثر عام طور پر مساوی حیثیت سے تمام قیمتوں پر پڑتا ہے۔ گو مثال مذکورہ انگریز سہاج کو اپنے سادرن کے معاوضہ میں بجائے دس کے پندرہ فلارن حاصل ہوئے، تاہم اس وجہ سے اس کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا۔ کیونکہ اب پندرہ فلارن کی مالیت سابق کے دس فلارن سے زیادہ نہیں ہے۔ جب محض توازن تجارت کی وجہ سے ہینڈیوں کی قیمتوں میں کمی بیشیاں نمودار ہوتی ہیں (اور منقعات زر کے دو انتہائی حدود کے درمیان محدود ہوتی ہیں) تو ایسی حالت میں اگر خریدار ارزان قیمت پر ہینڈی خریدے۔ یعنی اگر اس کو اپنے زر کے معاوضے میں بیرونی سکے معمول سے زیادہ تعداد میں حاصل ہوں۔ تو اسکو درحقیقت فائدہ پہنچتا ہے۔ بیرونی سکون کی اس زیادہ تعداد کی قوت خرید بھی دراصل زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن جب ہینڈیوں کی ارزانی بیرونی زر کے امار کا نتیجہ ہوتی ہے تو اس صورت میں خریدار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ رقم تو برائے نام پہلے سے زیادہ ہوتی ہے لیکن اس کی قوت خرید پہلی مقدار ہی کے مساوی ہوتی ہے۔

66

مزید براں جس طرح ہینڈی کے خریدار کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اسی طرح مبادلے کا جدید معیار قائم ہوجانے کے بعد فروشدہ کے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ یہ سچ ہے کہ اب اس کو سادرن کے بدلے میں نسبتاً زیادہ فلارن حوالہ کرنا پڑیں گے، لیکن ساتھ ہی اس نے جو پیداوار باہر روانہ کی ہے اور جس کی بنا پر ہینڈی تخریب کی گئی ہے، ہمارے مفروضہ کے مطابق اس کی مالیت میں بھی اسی تناسب سے اضافہ ہوگا لہذا فلارن زیادہ تعداد میں اس کے ہاتھ لگیں گے اور سادرن کے معاوضہ میں زیادہ فلارن حوالہ کرنے میں اسے کوئی وقت محسوس نہ ہوگی۔ مثلاً فرض کرو کہ کوئی بڑا تغیر واقع ہونے سے پیشتر وہ ایک خاص مقدار

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ہوئی ہیں۔ اول الذکر مبادلات نسبت سابق کے اب بہت گرتے ہیں۔ اور اب فلارن کی قدر اس سے کہیں زیادہ ہے جو دو سال قبل تھی۔ روسی روبل تو اپنی قدر مساوات تک پہنچ گیا ہے، لیکن روسی زر کو اس کی قدر تلاش لانے کے لئے جو تجاویز اختیار کی گئی تھیں، وہ ناکام ہوئیں اور کاغذی روبل اب بھی ویسا ہی غیر بدل پذیر ہے جیسا کہ وہ مسند رجہ بالاییان کی تخریب کے وقت تھا۔ دسمبر ۱۹۱۷ء

67

باہر روانہ کرتا ہے اور اسکی بنا پر جو ہنڈیاں لکھتا ہے، انھیں ایک خاص قیمت پر فروخت کرتا ہے مثلاً فرض کرو کہ وہ اپنی شکر دس ہزار فلارن میں بچھرتا ہے اور یہ فلارن دس فی پونڈ کے حساب سے فروخت کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح اسکو شکر کے معاوضہ میں ایک ہزار پونڈ ہاتھ لگیں گے۔ فرض کرو کہ اب آسٹریا میں میں زر کا غذی کی زائد ضرورت اجرائی کے باعث قیمتوں میں دس فی صدی تغیر واقع ہوتا ہے قیمتیں عام طور پر دس فی صدی چڑھ جاتی ہیں اور اسی کے ساتھ مبادلے بھی چڑھ جاتا ہے بیرونی تاجراب اسی شکر کو گیارہ ہزار فلارن میں بیچتا ہے لیکن اب اسکو اپنے فلارن فی پونڈ گیارہ کے حساب سے فروخت کرنا پڑیں گے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کو اب بھی حسب سابق وہی ایک ہزار پونڈ حاصل ہوں گے۔ واضح ہو کہ قیمتوں میں عام طور پر مساوی اضافے کا واقع ہونا محض ایک مفروضہ ہے جس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسا مساوی اضافہ حقیقت میں واقع ہوتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عالم المعیشت کے مشہور و معروف اصول کے مطابق، جو اسی بحث سے متعلق ہے، بعض قیمتیں تو بہت زیادہ چڑھ جائیں گی اور بعض نسبتاً کم۔ آسٹریا کے کارخانہ دار اس بات پر مصرتھے کہ زر اتر جانے سے انھیں کثیر منافع حاصل ہوا، کیونکہ جس تناسب سے مصنوعات کی قیمتیں چڑھ گئی تھیں اسی تناسب سے مزدوروں کی اجرت میں اضافہ نہیں ہوا تھا۔ چونکہ باہر سے منگوائی ہوئی پیداوار عام کی قیمت میں فوراً پورا اضافہ ہو گیا تھا لہذا کارخانہ داروں نے اپنی مصنوعات کی قیمتیں بھی اسی تناسب سے بڑھا دیں۔ حالانکہ عمل پیدائش کے ایک اور جزو یعنی محنت کے مصارف نسبتاً ایک ہی حالت پر قائم تھے۔ لیکن یہ ایک محض عارضی کیفیت تھی جو عینہ قائم نہیں رہ سکتی تھی خواہ جلد خواہ دیر سے حالات متغیرہ کے مطابق اس میں بھی تغیر واقع ہونا لازمی تھا۔ اگر مست کی طلب حسب سابق باقی رہتی تو ظاہر ہے کہ اجرتیں چڑھ جائیں تھی کہ وہ مزدور کی سابقہ ضروریات کی تکمیل کے لیے کافی ہوتیں۔ چنانچہ ہمارے سابقہ سسٹم لال کی قوت کا تعلق ہے قیمتوں کے عام اور مساوی اضافے کا مفروضہ قابل تسلیم ہے۔ اس کی بدولت یہ واضح ہو جائے گا کہ مبادلات میں ظاہر اجرتیں نظر آتا ہے، وہ عام قیمتوں کے اضافے سے زیادہ نہیں ہونا کیونکہ یہ دونوں تغیرات ایک ہی سبب کا نتیجہ بنتے ہیں۔ جس طرح مصنوعات کا ایک پارسل زیادہ فلارن میں فروخت ہو گا، اسی طرح ایک انگریزی سادرن بھی زیادہ فلارن میں بلیگا لیکن ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی پہلے سے زیادہ قوت خرید حاصل نہیں ہوگی۔

68

یہاں تک ہم نے دو ایسے معاملوں کا مقابلہ کیا جن میں سے ایک تو تغیر سے پہلے

واقع ہوا منٹھا اور دوسرا اُس کے بعد۔ اور ہم نے یہ معلوم کیا کہ اگر مبادلے کے فرق کا باعث زر مروجہ کی خرابی ہے تو ایسی صورت میں نتیجہ میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ہم یہ فرض کریں کہ تغیر و تبدل کا نہ معاملوں میں نہیں بلکہ ایک معاملہ کے آغاز اور اختتام کے دوران میں واقع ہوا ہے تو ایسی صورت میں بالکل مخالف نتیجہ برآمد ہوگا۔ فرض کرو کہ شکر والا پہلے اپنی شکر بکھجواتا ہے اور اس کو دس ہزار فلارن میں فروخت کرتا ہے اور اس وقت شرح مبادلہ فی پونڈ دس فلارن ہے۔ لیکن وہ ہندسی نکھ کر ان دس ہزار فلارن کو فوراً واپس نہیں منگواتا بلکہ کچھ عرصے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اسی اثنا میں شرح مبادلہ بدل کر فی پونڈ گیارہ فلارن ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اب اس کے فلارن گیارہ سے تقسیم کئے جائیں گے اور بجائے ایک ہزار کے جو سابقہ شرح کے مطابق اس کو حاصل ہوتے، اب صرف نو سو نو پونڈ اور کچھ شلنگ اس کے ہاتھ لگیں گے۔ غرض زر اتزرنے کی وجہ سے کسی ملک کے مبادلے میں جو تغیر پیدا ہوتا ہے، اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایسے ملک کے خلاف جس قدر مطالبات ہوتے ہیں، ان کی نایبیت گھٹ جاتی ہے اور اس کو جس قدر قرضے واجب الادا ہوتے ہیں، وہ نسبتاً آسانی کے ساتھ ادا کئے جاسکتے ہیں بالفاظ دیگر اس کے قرضخواہ کو نقصان پہنچتا ہے اور اس کا قرضدار فائدے میں رہتا ہے۔ اگر اسکی درآمد و برآمد حالت توازن میں ہے، یعنی جس قدر رقم اُسے ادا کرنا ہے، اگر اسی قدر رقم دوسروں سے وصول طلب بھی ہے تو اس ظاہری تغیر سے حیثیت مجموعی اُسے نہ نقصان ہوگا اور نہ فائدہ لیکن انفرادی طور پر ایسے ملک کا قرضخواہ یہ محسوس کرے گا کہ اس پر سخت ظلم ہوا ہے اور اس کا قرضدار قرض و خرم اپنی ذمہ داری سے جلد بکدوش ہونے کی کوشش کرے گا کیونکہ جس سادرن سے وہ پہلے صرف دس فلارن خرید سکتا تھا، اسی سادرن سے اب وہ گیارہ فلارن حاصل کر سکتا ہے۔

جن کئی پیشوں کا اسی ذکر کیا گیا ہے، ان کی نوعیت اور رجحان کی تحقیق کرنے سے ہم قطعی طور پر یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ان کے انتہائی حدود کیا ہیں۔ اور یہی دراصل ہماری موجودہ تحقیق کا خاص مقصد بھی ہے جس حد تک تمام قابل مزید اشیا جن میں فلوپی شامل ہے — کی قیمتیں ملک کے زرمروجہ کی خرابی سے متاثر ہوتی ہیں، اسی حد تک اس ملک کی ہندویوں کی قیمت کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ بالفاظ دیگر جس شرح سے زر کا غذی بیڑہ کاٹا جاتا ہے، یا جس شرح سے سونے پر بڑھوتری ادا کی جاتی ہے، اسی تناسب سے ہندویوں کی قیمتیں بھی بدلتی رہتی ہیں۔ خسہ ابی زر

کی بدولت وہ ان حدود سے تجاوز نہیں کر سکتیں۔ ورنہ اگر ممکن ہو تو قرضخواہ، جس کو زرائع میں کچھ رقم حاصل کرنی ہے، بجائے مزید نقصان برداشت کرنے کے اپنے قرضدار کو ہدایت کر دے گا کہ باوجود بڑھوتری کے رسم قرضہ کے ہنقد رسونا خرید کر روانہ کر دے کیونکہ ہمارے مفروضہ کے مطابق بڑھوتری کی مقدار اس نقصان سے کم ہوگی جو ہنڈی چکر معاملے طے کرنے سے لاحق ہوگا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جس ملک کا زرمردہ ناقص ہو، اگر وہاں سے فلز کی برآمد ممنوع قرار دی جائے یا اگر وہاں سونا خریدنا ممنوع ہو جائے، خواہ اس لئے کہ بڑھوتری ادا کرنا قانونی جرم ہے یا اسلئے کہ فلز فی الواقع ناپید ہو گیا ہے، تو ان حالات میں کیا صورت پیش آئے گی۔ اور یہی وہ صورتیں ہیں جو عملاً زیادہ وقوع پذیر ہوئی ہوتی ہیں۔ ایسے ملک سے کوئی شخص کیسے اپنا مطالبہ وصول کر سکتا ہے۔ فرض کرو کہ ایک تاجر روس کو روٹی روانہ کرتا ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جبکہ روس سے فلز کی برآمد قطعاً ممنوع ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ روٹی کی قیمت کس طرح وصول کریگا۔ جب روٹی بجائی ہے تو وہ سینٹ پیٹرز برگ میں چند روپل کا تعلق ہو جاتا ہے۔ اب ان روپل کو وہ کس طرح انگریزی سادرن کے ساتھ بدل سکتا ہے۔ یا اسی صورت حال کو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ روس کے ایک دھماگا کانٹے والے لے بیورپول کے کسی تاجر کے ہاں سے روٹی منگوائی ہے جس کی قیمت انگریزی سادرن کی شکل میں اس پر واجب الادا ہے۔ زر کاغذی کی شکل میں اس کے پاس کافی روپل موجود ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان کے معاوضہ میں سادرن حاصل کرنے کے لئے اُسے کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔ سونا روانہ کرنا تو خارج از بحث ہے کیونکہ وہ قانوناً ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ لہذا اب اس کے پاس صرف دو ترکیبیں اور موجود ہیں۔ ایک تو یہ کہ جن لوگوں نے انگلستان مال روانہ کیا ہے اور اس مال کے معاوضے میں وہاں سے رقم منگوانے والے ہیں، ان سے انگلستان کے خلاف ایک ہنڈی خرید لے اور اُسے اپنے قرضخواہ کے پاس بیورپول بھجوادے۔ دوسرے یہ کہ خود کچھ مال انگلستان روانہ کرے جو وہاں پہنچ کر سادرن کے معاوضہ میں فروخت ہو سکے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ موسم سرما کے اکثر حصہ میں روس سے مال کی برآمد ممکن نہیں ہے۔ لہذا ایسی حالت میں وہ قطعاً کوئی چیز روانہ نہیں کر سکتا۔ اب قرضہ سے سبکدوش ہونے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ وہ ایسے بنکدار یا دوسرے اشخاص تلاش کرے جو انگلستان یا کسی اور بیرونی مرکز کے خلاف آئندہ برآمد کی توقع پر ہنڈیاں لکھیں اور انہیں اس کے ہاتھ فروخت کریں۔ لیکن ظاہر ہے کہ



بیرونی مالک میں ان کی فروخت مشکل ہو جائے گی۔ بعض اوقات پہلے درآمد کی مقدار بڑھتی ہے اور بعد ازاں کچھ مہینوں زر کا غذی جاری کر کے مقدار زریں اضافہ کرتی ہیں اور اس طرح ایک نہایت ہلکے غلطی کی فریب ہوتی ہے۔ اضافہ درآمد کی وجہ سے جو صورت حال پیدا ہو جاتی ہے وہ اس کو مصنوعی اور ظاہر اظہار پر درست کرنا چاہتی ہیں حالانکہ جب تک اس کا اصلی اور بنیادی سبب دور نہ کیا جائے، اصلاح و حقیقت ممکن ہی نہیں۔ زر کا غذی جاری کر کے کچھ مہینوں میں خیال کرتی ہیں کہ وہ گویا اس طرح اپنے قرضوں سے سبکدوش ہونے کے ذرائع پیدا کر رہی ہیں حالانکہ حقیقت اس صورت حال کو وہ اور بھی زیادہ ابتر بنا رہتی ہیں۔ کیونکہ اس ترکیب سے بیرونی مال کی درآمد سو فوف نہیں ہوتی بلکہ اس میں مزید اضافہ ہونے لگتا ہے۔ جس زمانے میں سونا انگلستان سے کثیر مقدار میں خارج ہو چکا ہے اس میں داخل ہو رہا تھا تو لوگ اس صورت حال سے بہت ہی خوفزدہ ہو گئے تھے کہ میٹسٹر ویورپول میں یہ رائے ظاہر کی گئی کہ بینک کے نوٹ زیادہ مقدار میں جاری کرنے کی اجازت دی جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس رائے پر عمل کیا جاتا تو ہمارے زر کا ناقص ہونا یقینی تھا اور جب کسی ملک کا زر ناقص ہو جاتا ہے تو وہاں مہینوں ظاہر طور پر گراں ہو جاتی ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ مال درآمد ہونے لگتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ دوسری طرف اس درآمد کی قیمت ادا کرنے میں مزید دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ لہذا اس صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو قسم فاضل بیج رہے وہ آخر کیونکر ادا کی جائے۔ ملک سے سونے کا خروج یہ ظاہر کرتا ہے کہ فی الوقت توازن تجارت اس کے مخالف ہے۔ جب سونا ختم ہو جائے تو دوبارہ توازن قائم کرنے کی بس یہی صورت ہے کہ بیرونی مال کی درآمد اور صرف میں تخفیف کی جائے۔

74

زر کا غذی کی زائد از ضرورت اجرائی اور مقدار درآمد کا غیر معمولی اضافہ ان دونوں کے نتائج کے متعلق اظہار رائے کیا گیا، اگرچہ وہ کسی قدر قبل از وقت تھا تاہم اس سے گریز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ ہمیں ایسے قرضداروں کی حالت پر غور کرنا تھا جو یا تو اس لیے کہ حقیقت سونا دستیاب نہیں ہو سکتا تھا یا اس لیے کہ اس کی برآمد قانوناً منع تھی اپنے قرضوں کی ادائیگی میں سونا روانہ کرنے سے معذور اور اس لئے سراسر ان لوگوں کے رحم و کرم پر تھے جن کے پاس دوسرے مالک کے خلاف فروخت کے لیے ہنڈیاں موجود تھیں۔ کیونکہ اگر یہ لوگ اپنی ہنڈیوں کے معاوضہ میں غیر معمولی طور پر زیادہ قیمت طلب کریں تو پھر سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ قرضدار کسی قسم کی

75

کچھ پیداوار خریدیں اور فروغ دے کر فضا ہوں کے پاس روانہ کر دیں۔ ان صورتوں میں مبادلات کی کمی بیشیوں کا مدار سراسر طلب و رسد کی حالت پر ہوگا اور اگر منڈیوں کی طلب ان کی رسد سے بڑھی ہوئی ہو تو اضافہ قیمت کی اصولاً کوئی مدعیین نہیں کی جاسکتی۔

لیکن یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایسی صورت میں درآمد و برآمد کی مقدار کچھ عرصے کے لیے حالت توازن میں رہے تو پھر مبادلات کی کمی بیشی کے عام مدد کیا ہوں گے۔ منٹا فرض کرو کہ سینٹ پیٹرز برگ کے خلاف ایک ہنڈی جو روبل میں ادائندہ ہے، نکھی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس حالت میں زرا سٹرنگ کی شکل میں اس کی معمولی قیمت کیا ہوگی، واضح ہو کہ اگر روبل بدل پڑے اور درحقیقت ایک چاندی کا سکہ ہوتا تو ایسی حالت میں جبکہ درآمد و برآمد کی مقدار میں ایک دوسرے کے مساوی ہیں مبادلہ بھی حالت مساوات میں ہوتا اور ہنڈی کی معمولی قیمت قدر مساوات کے برابر ہوتی۔ لیکن یہ حالت موجودہ ہنڈی کی قیمت قدر مساوات سے کم ہوگی، کیونکہ خود روس کے اندر روبل کی حالت ناقص ہوگئی ہے۔ لہذا جس قدر نقص واقع ہوا ہے، اس کو قدر مساوات سے منہا کرنے کے بعد جو بچ رہے، وہی اس حالت میں ہنڈی کی معمولی قیمت ہوگی۔ زر کا غنڈی بمقدار کثیر جاری کرنے اور اس کو بدلنے کے لیے کافی سونا محفوظ نہ رکھے سے اگر روس کا زر فی کیفیت ۵ فی صدی اتر گیا ہے۔ خواہ خود باشتہ گان روس کو اس خرابی کا احساس ہو یا نہ ہو۔ تو ایسی حالتیں اندیشہ یہ ہے کہ روبل کی معمولی قیمت زرا سٹرنگ کی شکل میں مبادلہ مساوات سے ۵ فی صدی کم ہوگی۔ لیکن ہم یہ جملہ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس اصول کی بنا پر کوئی ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ طریق اختیار کی بدولت، نیز فزضوں کی ادائیگی لبا اوقات متوی کر دینے سے برآمد و رآہ کی مقدار میں عملاً کبھی ایک دوسرے کے مساوی نہیں ہو سکتیں۔ اب جس قدر فزضوں کے توازن میں اضافہ ہوگا، اسی قدر کم از کم جہاں تک مبادلات خارجہ کا تعلق ہے، بحالت موجودہ روبل کی قدر ٹھنی جائے گی۔

غرض جب کبھی زرا ناقص میں ادائندہ پنڈیاں فروخت کی جاتی ہیں تو مبادلات نسبی عام اصول کے مطابق کم و بیش ہوتے ہیں۔ لیکن یہ مضمون اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم ایک ایسی مثال پر غور نہ کریں جس میں ایک فریق کے پاس سونا اور دوسرے کے پاس چاندی موجود ہوتی ہے۔ فرض کرو کہ ہامبرگ کے خلاف ایک ہنڈی جو چاندی کی شکل میں ادائندہ ہے، لندن میں ایک قیمت معینہ پر جو مساویں میں ادائندہ ہے، خریدی جاتی ہے۔ اب سوال

یہ ہے کہ یہ قیمت کس طرح معین ہوگی۔

جس استدلال کی مدد سے پہلی صورت میں قیمت معلوم کی گئی تھی، اسی قسم کا استدلال یہاں بھی کام آسکتا ہے۔ سونے یا چاندی کی قدر یا قیمت مساوات کے مطابق ہوگی جیسا کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے، ان میں سے کسی ایک پر بمقابل دوسرے کے بڑھوتری دی جائے گی۔

بجز فرانس کے جہاں دو معیاری طریق قائم ہے اور جو اسی بنا پر بغضِ جداگانہ اور مخصوص اثرات کے تابع ہے، جن ممالک میں چاندی کا زراعت ہے، وہاں سونا محض ایک معمولی تجارتی شے ہے

اور جہاں سونے کا معیار مروج ہے، وہاں چاندی کی یہی حیثیت ہے۔ لہذا جس طرح دوسری تجارتی اشیاء کی قیمتیں بدلتی رہتی ہیں، اسی طرح مبادلات میں بھی کئی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اگر لندن

میں ہامبرگ کے خلاف کوئی ہینڈی فروخت کرنا ہو تو جو اسباب اور بیان کئے جا چکے ہیں — مثلاً دونوں ملکوں میں سود کی شرح، اعتبار کی حالت، اضافی قرضداری وغیرہ وغیرہ —

ان سب کا لحاظ کرنا ضروری ہے لیکن ان اسباب کے علاوہ ایک اور سبب بھی اس صورت میں بہت کچھ قابلِ لحاظ ہوگا، یعنی انگلستان میں چاندی کی، یا اسکی برعکس حالتیں ہامبرگ میں سونے کی کیا

قدر ہے مثلاً جب کبھی مشرقی ممالک کو کثیر مقدار میں چاندی بھجوانے کی ضرورت ہوتی ہے تو انگلستان میں چاندی کی طلب بڑھ جاتی ہے لہاں کہ یہی صورتیں ہامبرگ کے خلاف ہینڈیوں کی طلب بہت بڑھ جائیگی

کیونکہ چاندی میاں کریمیا ایک ذریعہ ہے کہ یہی ہینڈیاں خرید لی جائیں تنگ اوج سے خرید کر کو ہامبرگ سے چاندی حاصل کرنے کا استحقاق پیدا ہو جائے، انھیں ہامبرگ روانہ کر کے بھنایا جائے اور اپنے کارندوں

کو ہدایت کر دی جائے کہ اس طرح چاندی حاصل ہوئے سے جہاز پر لاد کر انگلستان روانہ کر دیں۔ اب اگر انگلستان میں چاندی بڑھوتری پر ہے تو جو لوگ ہامبرگ کے خلاف مطالبات رکھتے ہیں، وہ

ہینڈیوں کی قیمت بڑھا دیں گے اور اپنے مطالبات کے خریدار سے بڑھوتری کی مقدار وصول کر لیں گے۔ بالفاظِ دیگر خریدار کو "مارک ہینکو" کی مساوی مقدار حاصل کرنے کے لئے اس نسبتاً

زیادہ زراٹھ لنگ او اکراٹھ لنگے گا۔ ایوں کہنے کہ وہ اپنے پونڈ اسٹرنلنگ کے معاوضہ میں اب نسبتاً کم مارک حاصل کر سکے گا۔ مثلاً اگر چاندی بڑھوتری پر ہونے کی صورت میں ایک

سارون کے سوانیرہ مارک ملتے ہیں تو جب چاندی کی قیمت چڑھ جائے گی تو اس کو کم مارک میں گے، شاید صرف ۱۳ مارک میں۔ چونکہ مبادلے کی حالت کو بیان کرنے کے لئے یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک پونڈ کے کتنے مارک ہینکو ملتے ہیں، لہذا سو جو وہ صورت میں یہ کہا جائے گا کہ ہامبرگ

77

78

کامبا دلگڑ گیا ہے، حالانکہ دراصل ہامبرگ والی ہنڈیوں کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں، یعنی سونے کی مساوی مفاد کے معادضے میں مارک اب پیسے سے کم ملتے ہیں۔ اس کے برعکس فرض کرو کہ ہامبرگ کا ایک تاجر امریکہ سے روٹی خریدنے کے لیے سونا فراہم کرنا چاہتا ہے۔ اس غرض سے وہ لندن کے خلاف ہنڈیاں خریدتا ہے، کیونکہ ان کی بدولت وہ مطلوبہ دعوات حاصل کر سکتا ہے۔ اب اگر ہامبرگ کے دوسرے تاجروں کو بھی اسی مقصد کے لئے سونا درکار ہونو نظر ہے کہ وہ ان ہنڈیوں کو لینے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کریں گے۔ اور جن لوگوں کے پاس لندن کی ہنڈیاں موجود ہونگی وہ اس مسابقت سے فائدہ اٹھا کر اپنی ہنڈیوں پر کچھ بڑھوتری وصول کر سکیں گے، یعنی لندن کے خلاف ایک پونڈ والی ہنڈی کے لیے اب وہ پیسے سے زیادہ مارک بنیکو طلب کریں گے، ہامبرگ کا سادہ چڑھ جائے گا اور نئی پونڈ شاید ساڑھے تیرہ مارک ملنے لگیں گے۔ ان حالات میں مبادلات کی کمی بیشیوں کے حدود آسانی معلوم کئے جاسکتے ہیں، کیونکہ وہ ٹھیک ان حدود کے مطابق ہونگے جو ایک اور مثال میں اوپر نظر کئے جا چکے ہیں، جبکہ ایک ملک میں تو زر فیزی رائج تھا اور دوسرے کا زرگو ناقص تھا، لیکن وہاں سونے پر بڑھوتری ادا کرنے کی عاقبت نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں مبادلات کی کمی بیشی کا انحصار بڑھوتری کی مفہدار پر ہوگا۔ مثلاً آخذ الذکر صورت میں اگر لندن والی ہنڈیوں کے مالک بہت زیادہ مارک طلب کریں، تو جو لوگ خریدنے کے لیے بیچیں ہونگے، وہ بجائے ہنڈیوں کے خود چاندی انگلستان روانہ کریں گے اور وہاں اُسے سونے کے بدلے میں فروخت کر ڈالیں گے۔ یا اگر انگریزی تجارتی ممالک کو چاندی بھجوانا چاہتے ہیں، یہ دیکھیں کہ ہامبرگ کی ہنڈیاں فروخت کرنے والے چاندی کی موجودہ بڑھوتری کے تناسب سے بہت زیادہ قیمت طلب کر رہے ہیں تو وہ کسی اور مقام کے خلاف، جہاں سے چاندی فراہم کی جاسکتی ہے، مناسب قیمت پر ہنڈیاں خریدیں گے یا ہامبرگ ہی کو سونا روانہ کر کے اور وہاں حالات موجودہ کے مطابق بڑھوا کر کے، اس کے معاوضہ میں چاندی خریدیں گے۔ اس استدلال کی صحت کے لیے یہ فرض کر لینا ضروری ہے کہ ہامبرگ میں سونے کی اور انگلستان میں چاندی کی فروخت ہر وقت ممکن ہے۔ دونوں صورتوں میں ممکن ہے کہ قیمت بعض اوقات اس قدر ادنیٰ ہو جائے کہ خریدار کو دوسری دعوات پر بھاری بڑھوتری ادا کرنا پڑے، لیکن ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ فروخت بالعموم ممکن ہوگی اور اس طرح شروع مبادلہ میں کمی بیشی کے حدود معین ہونگے۔ اس نتیجے پر پہنچنے میں یہاں تک تو ایک خاص نوعیت کے معاملات ہمارے پیش نظر

تھے۔ وہ یہ کہ بعض تجارت پیشہ اشخاص کو دو قیمتی دھاتوں میں سے خاص کر اس دھات کی ضرورت تھی جو ان کے ملک میں بہ طور زر کے رائج نہیں تھا۔ لہذا اس کو حاصل کرنے کے لئے ایسے مالک کے خلاف ہنڈیاں خریدی گئیں جہاں مطلوبہ دھات سے سیار زر کا کام لیا جاتا تھا۔ لیکن اگر ہم پہلے کی طرح اس صورت میں بھی فرض داروں اور قرض خواہوں کو پیش نظر رکھیں تو پھر بھی اس مسئلے کی صداقت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ مثلاً فرض کر دو کہ ایک انگریزی ناچرز ہامبرگ کی کچھ منصف دار کا قرضدار ہے، یعنی وہ اس بات پر مجبور ہے کہ چاندی کی شکل میں یہ قرضہ ادا کرے۔ لیکن جب ادائیگی قرضہ کا وقت آ پہنچتا ہے تو انگلستان میں چاندی معمولی قیمت سے زیادہ گراں ہو جاتی ہے۔ لہذا وہ اس گرائی کا نقصان برداشت کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ یا تو انگریزی بازار میں گراں قیمت پر چاندی خریدتا اور اسے ہامبرگ روانہ کر دیتا ہے، یا پھر ناموافق شرح مبادلہ پر ہامبرگ کے خلاف ایک ہنڈی خرید لیتا ہے جس کو بھٹنا کر بارک حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ چاندی کی قیمت چڑھ جانے سے ان ہنڈیوں کی قیمت بھی چڑھ جائے گی جو چاندی کی شکل میں ادا کی جاتی ہیں۔ لہذا خریدار کو اب ایک پونڈ کے بدلے میں نسبتاً کم مالک حاصل ہو گئے۔ لیکن اگر ہنڈی والا جو قیمت طلب کرے، وہ چاندی کی گرائی کا لحاظ کرنے پر بھی ناواجبی معلوم ہوتا جیسا صورت میں جن لوگوں کو چاندی میں قرضہ ادا کرنا ہے، وہ ہنڈیاں نہیں خریدیں گے بلکہ کھلے بازار میں خود چاندی بڑھوتری ادا کرنے کو ترجیح دیں گے۔ پس سونے اور چاندی کی قیمت میں فرق واقع ہونے سے شروع مبادلہ میں جو کمی بیشیاں نمودار ہوتی ہیں ان کی حد باآسانی اور وضاحت کے ساتھ قائم کی جاسکتی ہے۔

81

اب ہم ان کاروبار کی حالت پر غور کرنا ہے جو فرانس اور انگلستان ایسے دو ملکوں کے درمیان وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک ملک میں تو زرطلائی کا رواج ہے اور دوسرے میں زرطلائی و نفروسی دونوں ساتھ ساتھ رائج ہیں۔ واضح ہو کہ اس صورت حال کو سمجھنے میں مطلق کوئی وقت نہیں ہے۔ ہنڈیوں کی قیمتوں میں جو کمی بیشیاں اسی حالت میں نمودار ہوتی ہیں، وہ بجز نہایت ہی شاذ و نادر اور تقریباً ناممکن اجتماع حالات کے، ہرگز ان اختلافات کے حدود سے تجاوز نہیں کر سکتیں جو ایک ہی قسم کے زر والے دو ملکوں کے درمیان واقع ہو سکتے ہیں۔ جو دھات دونوں ممالک میں مشترک ہوگی مثلاً موجودہ مثال میں سونا، اسی کے اثر سے ان کمی بیشیوں کے حدود معین ہوں گے۔ یکس طرح ممکن ہے کہ پیرس کے خلاف ایک عندالطلب ہنڈی کی قیمت اُس منصف دار سے زیادہ ہو جو سونے کی قیمت اور اس کو پیرس بھجوانے کے مصارف ان دونوں کو جوڑنے سے حاصل ہوتی ہے۔

کیونکہ اگر اس سے بھی زائد قیمت طلب کی جائے تو سپر بجائے ہنڈی کے خود سونا روانہ کر دیے ہیں۔  
زیادہ کفایت ہے۔

82

یہ ایک صاف بات ہے کہ جونہی کسی ملک میں سونے یا چاندی پر پرموٹری ادا ہونے لگتی ہے تو اس خاص دھات میں ادا ہونے والی ہنڈیوں کی قدر فوراً بڑھ جاتی ہے۔ لیکن محض اسی صورت میں جبکہ وہ ہنڈیاں کسی اور دھات کی شکل میں روانہ کی جاسکتی ہوں۔ اگر پیرس کے خلاف کسی ہنڈی کی ادائیگیوں کے ذریعہ سے بھی ہو سکتی ہے یا پانچ فرانک والے چاندی کے سکے کی شکل میں بھی، تو ظاہر ہے کہ اس حالت میں صرف وہی سکے ہنڈی کے بدلے میں دیا جائیگا جس کی طلب کمتر ہوگی، یعنی جس پر بمقابلہ دوسرے کے بڑے کاٹا جائیگا۔ ایسی ہنڈی کا خریداریہ بات گوارا نہیں کرے گا کہ محض زر کے ایک حصہ پر پرموٹری موجود ہونے سے ہنڈی کی قیمت میں اضافہ واقع ہو۔ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ جب دو ملکوں کے زر تقریباً ایک سے ہوں تو شروع مبادلہ کی کئی پیشیاں کس قدر قطعی طور پر محدود ہوتی ہیں۔ حالت موجودہ میں بھی ان کئی پیشیوں کے حدود اسی طرح معین ہوں گے۔

اس حصہ ضمنوں کو ختم کرنے وقت ایک مرتبہ اور یہ بتلانا ضروری ہے کہ جو خاص خاص صورتیں بہ طریق تمثیل منتخب کی گئی ہیں، ان میں سے کسی کے متعلق بہ زور رہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ واقعہً صحیح بھی ہے۔ جب کبھی کسی خاص مثال کو بیکر اس کی تشریح و تحقیق کرنا مقصود ہو تو جس بات پر ہمیں دراصل اعتماد ہونا چاہئے، وہ مسائل کو سمجھنے کا طریق اور وہ اصول ہیں جنہیں اس کتاب میں واضح کر کے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی غرض سے تئیرات قیمت کے ان تمام اسباب پر، جن کا خارجی ہنڈیوں کی فروخت کے وقت کما فاکرنا ضروری ہے، کسی قدر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ لیکن کسی خاص مثال کو بیکر یہ بتلانا کہ ان مختلف اسباب کو ایک دوسرے سے کیا مناسبت ہے، یا تفصیل مطالعہ کر کے یہ معلوم کرنا کہ کس مذہب تک ایک ملک کا زر دوسرے ملک کے زر سے مختلف یا مشابہ ہے، یہ باتیں ہماری موجودہ تحقیق کی وسعت سے باہر ہیں۔

83

## پانچواں باب

### مبادلات خارجہ کی توجیہ کے متعلق چند خیالات

جن کاروبار کی بدولت مبادلات خارجہ کے مسائل نمودار ہوتے ہیں، ہم انھی کی ابتدا اور نشوونما کا حال معلوم کرنے میں گزشتہ بابوں میں مصروف رہے۔ نہ صرف مبادلات خارجہ کی سادہ ترین شکلیں ہمارے پیش نظر ہیں بلکہ ان کی پیچیدہ صورتوں پر بھی کافی غور و خوض کیا گیا۔ مقصد ہمارا یہ تھا کہ جن مختلف اسباب کے جمع ہونے سے خارجی ہنڈیوں کی قیمتوں میں متواتر اور اہم تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں، ان کا پتہ لگایا جائے۔ چنانچہ اس مضمون کے اصولوں سے واقف ہونے کے بعد اب ہم اس کے عملی اور زیادہ دلچسپ حصے کی طرف قدم بڑھا سکتے ہیں اور اس بات کی تحقیق کر سکتے ہیں کہ عام تجارتی حالات پر اس کا براہ راست کیا اثر پڑتا ہے۔ ان اسباب یا اثرات سے تو ہم آشنا ہو چکے ہیں جن کے متعلق یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انھی پر مبادلات خارجہ کی کئی پیشیوں کا مدار ہے لیکن اب ہم اس طریقہ کو الٹ سکتے اور انھی کئی پیشیوں کو پیش نظر رکھ کر ان کے اسباب کا وجود ثابت کر سکتے ہیں اور مبادلات خارجہ کے اس خاص اور قابل قدر پہلو پر غور کر سکتے ہیں جس کی بدولت وہ تجارت و زر کے موجودہ حالات کا ایک بہت ہی صحیح منقاس تصور کئے جاتے ہیں۔ لیکن مبادلات خارجہ کا فائدہ اسی پر ختم نہیں ہوتا۔ ایک طرف تو وہ تجارت پیشہ جماعت کے لیے ایک ایسا ذریعہ مہیا کر دیتے ہیں جس کی بدولت صحیح تجارتی حالت کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ ضل ڈالنے والے اسباب کو اس قدر وضاحت کے ساتھ ظاہر کر دیتے ہیں کہ اگر ان کو صحیح طور پر سمجھ لیا جائے تو خود بخود ایسی ترمیمیں سمجھائی دیتی ہیں

جن کی بدولت خطرے سے نجات حاصل کی جاسکتی، اور خوفِ موہبت کے تیز و تند عمل میں اعتدال پیدا کیا جاسکتا ہے۔

عام خیال کے مطابق مبادلات کا کام یہ ہے کہ ملک کے اندر تجارت و زر کی صحیح حالت کو ظاہر کریں۔ چنانچہ اسی خیال کو ظاہر کرنے کے لیے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ”مبادلات کی حالت موافق یا ناموافق ہے“ بنک کے کاروبار سے متعلق جس قدر بحث و مباحثے ہوتے ہیں، ان میں یہ اصطلاح اس قدر کثرت کے ساتھ استعمال کی جاتی ہے کہ یہاں بلاظہار رائے اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں تک علمِ المعیشت کے مباحث کا تعلق ہے، اس اصطلاح کے ذریعہ سے ملک کی عام مردمِ الحالی کو ظاہر کرنا صحیح نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ ابتدا میں اس اصطلاح کی بدولت لوگوں کے دلوں میں یہ غلط مسئلہ جاگزیں ہو گیا ہو کہ تجارت کا مقصد سوا اپنی طرف کھینچنا ہے، یا یہ کہ جس ملک میں سیم و زر کثیر تر ہیں قوت کے ساتھ داخل ہوتے ہیں وہ لازمی طور پر خوشحال ہو گا۔

86

لہذا اگر مبادلات ایسی حالت میں ہوں کہ ان کی بدولت ملک میں سیم و زر کے داخل ہونے کا قویہ ہے تو یہ صورت ملک کے لیے موافق سمجھی جائے گی اور برخلاف اس کے اگر منڈیوں کی قلت کے باعث قیمتی دھات باہر روانہ کرنے کی ضرورت پڑے تو یہ صورت حال ملک کے حق میں بہت ناموافق تصور کی جائے گی لیکن ہے کہ ابتدا میں اس اصطلاح کی بدولت اس قسم کے غلط خیالات پیدا ہو گئے ہوں لیکن معاملات زریا بنکداری کے نقطہ نظر سے یہ اصطلاح بالکل صحیح ہے۔ تو ان میں موجودہ کے مطابق تمام رسمی معاہدات کی ادائیگی یا تو زطلالی کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے یا کسی ایسے زر کا قافیہ کے توسط سے جو سونے کے ساتھ بدل پذیر ہو۔ تاجروں کو یہ اختیار ہے کہ قسم خواہ سونے کی شکل میں ادا کریں یا بنک نوٹ کی شکل میں لیکن انگلستان بنک کو ایسا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ وہ از روئے قانون اس بات پر مجبور ہے کہ جس وقت مطالبہ کیا جائے، فوراً اپنے نوٹوں کے معاوضہ میں سونا ادا کر دے۔ لہذا تمام بنکداروں اور تجارتی پیشہ طبقے کے نزدیک اس بات کی بہت بڑی اہمیت ہے کہ ملک کے اندر سونا کافی مقدار میں ہمیشہ موجود رہے تاکہ اس قسم کے معاہدات کو پورا کرنے میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ جب تک کہ قوانین زر اپنی موجودہ حالت میں جاری ہیں یہ سوال خارج از بحث ہے کہ یہ قانون کس حد تک ترین مفلسندی ہے۔ یہ حالات موجودہ ایک تاجر یا بنکدار ایسی صورت حال کو ناموافق تصور کریگا جس کی بدولت ملک کے اندر سونے کی مقدار میں خطرناک طور پر تخفیف واقع ہو جائے۔ برخلاف اس کے اگر اس مقدار میں اضافہ ہونے لگے

87

تو وہ اس کیفیت کو مبادلات کے موافق ہوجانے سے تعبیر کرے گا۔ لیکن جب سونے کی مقدار بدیسی طور پر کافی ہونے پھر بھی مزید سونا جمع کرنا نہ مفید ہے اور نہ مناسب اور اگر ایسی کوشش کی گئی تو بظہر عمل نیکداری کے نقطہ نظر سے بھی غلط سمجھا جائیگا۔ جب اعراض زر کے لیے کافی مقدار میں سونا محفوظ کر لیا جاتا ہے تو پھر مبادلہ موافقہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ لہذا ان عدد پر پہنچنے کے باوجود اس اصطلاح کا استعمال بجا طور پر قابل اعتراض سمجھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اگر عارضی طور پر کسی ایک مقام میں سونا نہ ضرورت جمع ہوجائے تو یہ صورت حال ہرگز مفید نہیں ہوتی بلکہ اٹھے مضرت ثابت ہونے کوئی تعجب نہیں۔ غرض اس اصطلاح کے مناسب عدد کو ہمیشہ وضاحت کے ساتھ پیش نظر رکھنا چاہئے اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا صحیح استعمال وہی ہے جبکہ اس سے اپنی قانونی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے متعلق نیکداریوں کے طبقے کی نشوونما یا طمانیت کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موافق اور ناموافق مبادلات کے الفاظ علما جس قسم کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں ان کا لحاظ کرتے ہوئے اس اصطلاح کے استعمال میں درحقیقت کوئی قباحت نہیں ہے۔ معاشیوں کا یہ بیان ان کے اپنے نقطہ نظر سے بالکل صحیح ہے کہ جہاں تک بحیثیت مجموعی تمام ملک اور مختلف اشیاء کے باہمی مبادلے کا تعلق ہے برآمد و درآمد ہمیشہ حالت توازن میں رہتی ہیں اور ناموافق توازن تجارت اور ناموافق مبادلات، یہ دونوں اصطلاحات منقطعاً آمیز ہیں لیکن تا جردن اور نیکداریوں پر ہمیشہ یہ خیال غالب رہتا ہے کہ مبادلہ کسی وقت درآمد کی مقدار اس قدر بڑھ جائے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو فوراً پورا کرنے سے قاصر رہیں۔ کیونکہ درآمد و برآمد کی قیمتیں گویا بالآخر ایک دوسرے کے مساوی ہوتی ہیں، تاہم طرق اعتبار کی بدولت دونوں کی ادائیگی کا وقت ایک دوسرے سے منطبق نہیں ہوتا۔ مزید برآں انھیں ایک اور نشوونما یہ بھی رہتی ہے کہ آیا وہ اپنی ذمہ داریوں کو حسب معاہدہ اسی خاص طریق پر یعنی سونے یا بدل پذیر نوٹوں کی شکل میں ادا کر سکیں گے یا نہیں۔ غرض ان تمام امور کو واضح طور پر سمجھ لینا نہایت ضروری ہے تاکہ لوگ کہیں یہ فرض نہ کر لیں کہ یہ کوئی مختلف ادارہ مسئلہ ہے۔ کیونکہ جو کچھ اختلاف ہے وہ اصل مسئلہ کے متعلق نہیں بلکہ ایک علمی اصطلاح کے اطلاق میں ہے۔ لہذا جب کبھی مسائل بنک کی تباہیوں میں کہا جاتا ہے کہ مبادلہ کسی خاص ملک کے موافق نہیں اسوقت صرف اس واقعہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ اس ملک میں حقیقتاً ہنڈیاں بیرونی شہروں کے خلاف بھٹی گئی ہیں اسی فروخت شکل ہے اور خود اسکے خلاف بیرونی طاقتوں سے جو ہنڈیاں بھٹی گئی ہیں وہ بھرتی رہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بالآخر اس ملک میں سونے کی درآمد لازمی ہے۔ اسبطح جب یہ کہا جاتا ہے کہ مبادلہ ناموافق ہیں تو ایک ایسی صورت حال

88

کی تشریح منظور ہوتی ہے جس میں بیرونی ہنڈیوں کی طلب بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کی قیمتیں اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ بالآخر ملک سے سونے کی برآمد ناگزیر ہو جاتی ہے۔

قبل اس کے کہ ہم شروع سبادلہ کی کئی پیشیوں کی توجیہ پر غور کریں ایک اور امر کی طرف توجہ

89

منطوق کرنا ضروری ہے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ جس چیز پر سونے کی درآمد و برآمد اور اس کی سمت کا انحصار ہے وہ میعاد ہی نہیں بلکہ درشنی (قیل المہلت) ہنڈیوں کی قیمت ہے۔ اکثر اسباب قدر تو میعاد ہی اور درشنی (قیل المہلت) دونوں قسم کی ہنڈیوں پر برابر برابر اثر ڈالتے ہیں لیکن اول الذکر ہنڈیوں پر ان کے علاوہ شرح سود اور مسئلہ اعتبار کا بھی اثر پڑتا ہے اور اس وجہ سے ان کی قیمت کی کئی پیشیوں میں کچھ ایسا رد و بدل واقع ہوتا ہے کہ ان کو پھینک سونے کی رفتار کا کوئی تاثر یا اعتبار یا ٹھیک ٹھیک پتا نہیں لگایا جاسکتا۔ اگر کسی خاص شہر کے خلاف ہنڈیوں کی طلب ہو تو ایسی تمام ہنڈیوں کی قیمت عام ازیں کہ وہ میعاد ہی ہوں یا غیر میعاد ہی (درشنی) چڑھ جائے گی۔ یہی عام رجحان ہے۔ لیکن فرض کرو کہ اس شہر کے اندر شرح سود بہت اعلیٰ نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں غیر میعاد ہی ہنڈیوں کی قیمتوں میں جس تناسب سے اضافہ ہوگا، میعاد ہی ہنڈیوں کی قیمت، اسی تناسب سے نہیں بڑھے گی۔ جب تک کہ ان فوائد کو ہنڈیوں کی قیمت سے بٹھنہنا نہ کیا جائے، وہ درشنی ہنڈیوں کی طرح فوراً وصول طلب نہیں ہوتیں لہذا خریدار کو اس بٹے کا بار اٹھانا پڑے گا، اور جس قدر بٹے کی شرح میں اضافہ ہوگا اسی قدر وہ ازراں قیمت کا طالب ہوگا تاکہ اس کو اس بار کا معاوضہ حاصل ہو جائے۔ اسی طرح ہنڈی کی مبیعا و ختم ہونے تک جو خطرہ برداشت کرنا پڑتا ہے، اس کا بھی اُسے معاوضہ دینا پڑے گا۔

سجارت کی عام حالت کو ظاہر کرنے کے لحاظ سے درشنی یا غیر میعاد ہی ہنڈیوں کی قیمت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اور جہاں تک میعاد ہی ہنڈیوں کا تعلق ہے، وہ بمقابلہ عند الطلب یعنی درشنی ہنڈیوں کے زیادہ تر شرح سود اور اعتبار کی حالت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

90

ماصل کلام یہ کہ بعض صورتوں میں (مثلاً لندن اور پیرس کے درمیان قلیل المہلت سبادلہ بہت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں اور بعض دوسری صورتوں میں، جیسا کہ سینٹ پیٹرز برگ کی مثال سے ظاہر ہے، چند ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ صرف میعاد ہی ہنڈیاں کافی مقدار میں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اس انبیاؤ کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد اب ہم اس سوال کی تشریح

کر سکتے ہیں کہ اگر کسی خاص وقت پر مبادلات خارج کے منظر ہرات کی توجیہ کرنا مقصود ہو تو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ گزشتہ تمام دلائل پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سب سے زیادہ جس بات کا یاد رکھنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ کبھی پیشیاں محض کسی ایک سبب کا نہیں بلکہ متعدد اسباب کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ کوئی قابل اعتبار رائے اس وقت تک قائم نہیں کی جاسکتی جب تک کہ یہ ثبوت ہم نہ پہنچایا جائے کہ ہر ایک سبب کے جس کے صحیح اور ممکن ہونے کا امکان ہے اور جو اسی بنا پر منتخب کر لیا گیا ہے، کوئی اور سبب درحقیقت اپنا عمل نہیں کر رہا ہے۔ جو لوگ علمی مباحث پر سطحی نظر ڈال کر تہمتیں لگاتے ہیں وہ اکثر ایک غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کسی واقعے کی توجیہ کے لیے ایک خاص سبب کا بتا دینا کافی ہے اور یہ خیال نہیں کرتے کہ اس سے کہیں زیادہ اہم یہ ثابت کرنا ہے کہ کوئی اور سبب جس سے یہی نتائج برآمد ہو سکتے ہیں، اس وقت عمل پیرا نہیں ہے۔ اس معاملے کی وجہ سے مالیات تجارت کے مسائل میں صحیح فیصلہ تک پہنچنے کے لیے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ کسی اور موقع پر اس کی بدولت پیش نہیں آتیں۔ ممکن ہے اس کی یہ وجہ ہو کہ ان مسائل میں جن واقعات سے ساقچہ پڑتا ہے، وہ اس قدر چھپیدہ اور اُلجھے ہوئے ہوتے ہیں کہ جو یہی شکل حل ہونے کی کوئی واضح اور قابل فہم صورت نظر آجاتی ہے، تو اس کو کافی اطمینان بخش تصور کر لیا جاتا ہے اور مزید جانچ پڑتال کی کوئی پروا نہیں کی جاتی مبادلات کے مطالعے کا آدھا حصہ اس وجہ سے مفقود ہو جاتا ہے کہ جو کوئی توضیح ابتدائی صحیح و مناسب نظر آجاتی ہے، لوگ اسی پر اکتفا کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ فرض کرو کہ اس سبب گ اور لندن کے باہمی مبادلہ کے متعلق کوئی استدلال کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں مقامات میں جو زمرہ ہیں، وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں جس کی وجہ سے چاندی پر بڑھو زری ادا کی جاتی ہے۔ اب اگر یہ استدلال محض توازن تجارت پر مبنی ہو اور چاندی پر بڑھو زری ادا ہونے سے قیمت میں جو فرق پیدا ہو جاتا ہے، اس کو کافی لحاظ نہ کیا جائے، تو اس حالت میں جس قدر عجیب عجیب غلطیاں سرزد ہوں، کم ہیں۔ اسی طرح روسی مبادلات کے متعلق محض یہ خیال کر لینا کافی نہیں ہے کہ وہ ملک کی بے انتہا قرضہ داری کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان سے ہوئے زر کے اثر کا بھی لحاظ کرنا ضروری ہے۔

غرض جن مختلف اسباب کے اثر سے ہندوؤں کی قیمتیں متاثر ہوتی ہیں، ان سب کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اگر اس اصول کی اہمیت کو محسوس کرنا مقصود ہو تو سال ۱۸۷۱ء کے آغاز میں امریکہ کے مبادلات کی غیر معمولی رفت پر نظر ڈالی جائے، جس سے نہ صرف اس اہمیت کی ایک

نمایاں مثال دستیاب ہوگی بلکہ عام مسئلہ توجیہ کی بھی کافی وضاحت ہو جائے گی۔ واقعہ یہ تھا کہ سونے کی ایک کثیر مقدار یورپ سے روانہ ہو کر ریاستہائے متحدہ میں داخل ہوئی۔ لہذا سوال یہ تھا کہ اس واقعے کا کیا سبب ہے۔ اب ہر شخص اس سبب کے متعلق ایک جہادگانہ نظر پر پیش کرنے لگا حالانکہ دراصل یہ واقعہ زیادہ تر بین الاقوامی فرضداری کا نتیجہ تھا۔ لیکن کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اکثر اشخاص ایک زمانے تک اس حقیقت کو سمجھ نہ سکے اور نہ کسی ادا تک انہوں نے اس کو صاف طور پر تسلیم کیا۔ بجائے اس کے کہ سب سے پہلے باہمی فرضداری پر نظر ڈالی جاتی، دوسری قسم قسم کی توضیحات پیش ہوئے، مثلاً یہ کہ ریاستہائے متحدہ میں حیدرآبی روز بروز بڑھ رہی تھی اور اندیشہ تھا کہ کہیں خوفناک نتائج پیدا ہوں، یا یہ کہ انگریز اصلداروں نے تخمینوں میں بہت زیادہ روپیہ لگا دیا تھا، لیکن درحقیقت یہ تمام توضیحات محض فرضی تھیں اور اصل راز اسی بین الاقوامی فرضداری میں مضمر تھا۔ البتہ اسی فرضداری سے متعلق چند ایسی تبدیلیاں کی گئی تھیں جن کی وجہ سے سونا پر عملت روانہ ہونے لگا اور وہ گجی کی رفتار معمول سے زیادہ تیز ہو گئی، مثلاً اہل امریکہ نے انگلستان کے خلاف اپنے مطالبات کی بنا پر ہنڈیاں بھگے، میں عملت کی، انگریزی مصنوعات کا منگوانا ملتوی کر دیا، اور اپنے مال کی برآمد میں خواہ مخواہ غیر معمولی اضافہ کیا حتیٰ کہ اکثر ایسی چیزیں بھی روانہ کر دیں جو اہل یورپ کو مطلوب نہیں تھیں، لیکن سب سے پہلا سبب جس کی وجہ سے مبادلات گر گئے اور سونا امریکہ میں داخل ہونے لگا، وہ یہی تھا کہ امریکہ سے آٹے اور گہیوں کی برآمد بہ مقابل بیرونی اشیاء کی درآمد کے بے انتہا زیادہ تھی۔ مزید برآں اس سال روٹی کی فصل بھی وہاں غیر معمولی طور پر کامیاب ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اگر سیاسی حالات استعدنازک نہ بھی ہوتے، تب بھی سونا یورپ سے امریکہ کو روانہ کیا جاتا اور یہی یقیناً وہ نکتہ ہے جس کو پیش نظر رکھ کر یہ سوچنا چاہئے تھا کہ آیا سونے کی برآمد جاری رہے گی یا بند ہو جائے گی جب سونے کی برآمد کا آغاز ہوا تو بعض لوگ اس بات پر مضمر تھے کہ وہ محض تخمین کا نتیجہ ہے اور سونا روانہ کرنے والے ناجر سراسر احمق ہیں، کیونکہ ان کی پیش گوئی کے بموجب غالباً انھی جہازات میں وہ سونا لوٹنے والا تھا۔ ان لوگوں کی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے جو بازار کے ذخیرہ مٹا، امریکہ کی تسکات کے تخمینے اور اصلداروں کے کاروبار، صرف انھی امور پر نظر ڈالی اور حقوڈمی دہر کے لیے جن میں ہوجا کہ انگلستان اور یورپ محض مال درآمد کے معاوضے میں امریکہ کو سونا روانہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ ذرا غور کرنے سے وہ صاف طور پر اس واقعے کو سمجھ سکتے تھے۔

ایک طرف تو نیویارک میں سولے کا ذخیرہ جمع ہو رہا تھا اور دوسری طرف یورپ میں اس کی مقدار گھٹ رہی تھی۔ چنانچہ اکثر لوگ اس واقعے پر سوئیاں ترزور دینے لگے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ لازماً سوئیاریپ کو دوبارہ واپس ہو گا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس نتیجے کے وقوع پذیر ہونے کے لیے سڈر جو ذیل صورتوں میں سے کسی نہ کسی صورت کا پیش آنا ضروری ہے۔ کیونکہ سونا یا نو اس لئے واپس ہو گا کہ امریکہ والے ہمارے قرضدار ہیں اور اپنے قرضوں سے بندہ و ش ہونے کے لیے سونا بھجوا دیتے ہیں یا یہ کہ انگریزی مصنوعات کے لیے امریکہ سے جدید آرڈر دئے جاتے ہیں یا امریکہ کے قرضدار انگریزوں کے پاس موجود ہیں وہ واپس منگوائے جاتے ہیں، لہذا ان چیزوں کی ادائیگی کے لیے سونا روانہ کر دیا جاتا ہے۔ یا یہ کہ انگریز اسلداروں کو وہ بطور قرض کے دیا جاتا ہے کیونکہ انگلستان میں بمقابلہ امریکہ کے زرگراں ہوجانے کا ترنہ ہے۔ غرض جو لوگ اس بات کے مدعی تھے کہ سونا واپس ہو جائے گا، ان پر یہ ثابت کرنا لازم تھا کہ ان صورتوں میں سے ایک نہ ایک صورت ظہور پذیر ہوگی۔ پہلی صورت کا تعلق تو ایک واقعے سے تھا، یعنی کیا اہل امریکہ درحقیقت یورپ والوں کے زیادہ قرضدار تھے۔ دوسری صورت میں زیادہ تر قیاس کو دخل تھا، یعنی کیا اس بات کا ترنہ تھا کہ امریکہ والوں کو سپر کا فی سہرہ حاصل ہو جائیگا اور وہ نئے نئے تجارتی کاروبار میں حصہ لینے لگیں گے۔ تیسری صورت میں بھی اختلاف رائے کی بہت کچھ گنجائش موجود تھی، یعنی آیا یہ بات قرین قیاس تھی یا خلاف قیاس کہ ایک زبردست قومی سہیبت کے وقت نیویارک کے بنکدار اپنا اصل جو اس قدر سرعت کے ساتھ جمع ہو گیا تھا، کاروبار میں لگانے اور منافع کمانے کی غرض سے یورپ روانہ کریں گے۔

یہی وہ سوالات تھے جن کے حل ہونے پر سولے کے جلد یا دیر سے واپس ہونے کا انحصار تھا۔ لہذا آجائے یہ تھا کہ انہی پر بحث مباحثہ کیا جاتا۔ لیکن بجائے اس کے یوں استدلال کرنا کہ ۱۸۵۷ء میں امریکہ کو جو سونا روانہ کیا گیا تھا، وہ فوراً واپس ہو گیا تھا لہذا ۱۸۵۸ء میں بھی یہی نتیجہ برآمد ہو گا، گویا ایک فاش غلطی کا ازسبب کرنا تھا۔ کیونکہ اس استدلال سے ایک بنیادی اور ابتدائی عامل یعنی اضافی قرضداری — جس پر مبادلات خارج کے تفرقات کا انحصار ہے، نظر انداز ہو جاتا ہے۔ ۱۸۵۷ء میں اہل امریکہ یورپ والوں کے لیے اپنا قرضدار ہو گئے، تھے، لیکن ۱۸۶۱ء میں اہل یورپ امریکہ والوں کے بہت زیادہ قرضدار تھے اور اسی ایک واقعے میں دراصل اس تمام صورت عمل کا راز مضمون تھا۔ اول الذکر حالت میں ریاستہائے متحدہ کو سونا روانہ کرنا ایک مرتباً خلاف عقل حرکت تھی، گویا

اس کے یہی تھے کہ قرضدار سے رقم وصول کرنے کی بجائے اس کو مزید قرضہ عطا کیا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے آخر الذکر موقع پر سولے کی برآمد ایک بانٹل قدرتی اور ناگزیر بات تھی کیونکہ اس کا مقصد ایک واجب الادا قرضے سے سبکدوش ہونا تھا۔ فرق صرف اس قدر تھا کہ ادائیگی قرضہ میں کسی قدر عملت کی گئی اور معمولی عکدرآمد سے نمودار ساگرز کیا گیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ قرضہ خواہ (یعنی اہل امریکہ) ایک سخت سیاسی خطرہ میں یکایک مبتلا ہو گئے۔ اور اس بات پر اصرار کرنے لگے کہ جو کچھ رقمیں انہیں وصولی طلب ہیں، وہ فوراً حاصل ہو جائیں۔ اس زمانے میں یہ بات انہیں سخت ناگوار تھی کہ ان کے مطالبات کا تصفیہ ذرا بھی متوی ہو بلکہ وہ جس قدر قبل از وقت ملے ہو جائے، اسی قدر وہ اپنے لیے مناسب خیال کرتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں نے فوراً اپنی ہنڈیاں نکھیں اور دہشت زدہ ہو کر بازار میں انہیں زبردستی فروخت کرنے لگے۔ لیکن بازار میں ایسے لوگ بہت کم دکھائی دیتے تھے جو اہل یورپ کے قرضدار ہوں اور اپنے قرضوں سے سبکدوش ہونے کے لیے ان ہنڈیوں کو خرید لیں کیونکہ نہ تجارت کی پہلی سہی گرم بازاری باقی تھی اور نہ جدید فرمائشوں کا سلسلہ جاری تھا اور جو کچھ کاروبار اس خطرناک حالت کے شروع ہونے سے پہلے ہی انجام پانچے تھے، ان کی ادائیگی بھی ایک خاص وجہ سے غیر معمولی طور پر جلد ہو چکی تھی۔ وہ یہ کہ سبزی ریاستوں میں غلے کی فصلوں کو اس سال بہت زیادہ کامیابی ہوئی تھی جس کی وجہ سے یہ علاقے خاص طور پر زیادہ خوشحال تھے اور اپنی ذمہ داریوں سے جلد سبکدوش ہو گئے تھے۔ اس طرح نیویارک میں جن لوگوں نے ہنڈیاں خریدیں وہ کچھ اپنے قرضوں کی ادائیگی کے لیے نہیں بلکہ فرو اس لیے کہ انگلستان سے ہنڈیوں کے ہتھکڑوں کو بیچنے تک وہ فروشنہ دن کو رقم دینے پر آمادہ تھے۔ اب ظاہر ہے کہ ہر شخص ہنڈیاں لے کر اس طرح پیشگی رقم دینے پر آمادہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ کام تو صرف نیویارک کے بنگلہ اردن کا تھا چنانچہ جس قدر سونا روئے کیا گیا اس کی ایک بہت بڑی مقدار اسی قسم کی پیشگی رقموں کی ادائیگی کے لیے تھی۔ اگر ہر شہر کا اخذ ہوتا تو انگلستان میں شدید سوجھ بوجھ ہونے سے سولے کی برآمد کم از کم ہنڈیوں کی بیعہ ختم ہونے تک تو ملتی ہو ہی جاتی اور ہنڈیوں کی رقمیں زیادہ مدت تک انگلستان میں رہتیں۔ اس صورت میں یا تو ان کی حیثیت ایک قرضے کی سی ہوتی جو کچھ مدت کے لیے بنگلہ اردن کو دیا گیا ہے، یا ان رقموں سے کسی نہ کسی قسم کا تجارتی مال دسا مان خریدنا جانا جو سولے سونے کے امریکہ روز کیا جاتا۔ لیکن دیکھا یہ ہے کہ کیا ان کے علاوہ کوئی اور صورت بھی ممکن تھی۔

ممکن ہے کوئی شخص یہ سوال کرے کہ اگر توازن تجارت اپنے سیدھے سادے معنی کے لحاظ سے امریکہ کے موافق تھا، یعنی اہل امریکہ کی ذمہ داریاں بہ متقابل ان کے مطالبات کے کم تھیں تو پھر نیویارک میں خوف و دہشت کی کیا وجہ تھی جو اب بالکل ظاہر ہے۔ زر کے نقطہ نظر سے نہ صرف یہ کہ خوف و دہشت کی کوئی وجہ ہی نہیں تھی بلکہ اس کے برعکس اطمینان اور اعتبار کے پدھی اسباب موجود تھے۔ یہ ممکن ہے کہ ہنڈیاں بیچنے والے پہلے ہی سے یہ محسوس کر لیں کہ مقام زر سے اوپر ہنڈیاں فروخت کرنا مشکل ہے۔ لہذا قبل اس کے کہ قیمت اس مقام سے گر جائے انھیں چاہئے کہ اپنی ہنڈیاں فروخت کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اگر ان کی ہنڈیاں فروخت نہوں تو وہ انھیں یورپ بچوانے اور وہاں سے ان کے ہمندر رسونا منگوانے پر مجبور ہوں گے۔ ایسی صورت میں اگر خوف و دہشت کی کوئی گنجائش تھی تو صرف اس قدر کہ آیا سونا بیچنے تک کام چلانے کے لیے انھیں کچھ رقم ملجائیگی۔ جب تمام دنیا کسی قوم کی فرضہ اور جو تو ظاہر ہے کہ وہ حیثیت مجموعی اپنے مبادلات اور بازار زر کی حالت سے خوفزدہ نہیں ہو سکتی، خاص کر اس صورت میں جب کہ اس کے فرضہ اردوں کا اعتبار ہر قسم کے تنگ و شبہ سے پاک ہو۔ لہذا اس سال امریکہ میں جو کچھ خوف و دہشت طاری ہوئی وہ محض سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی۔ جن لوگوں کے پاس فروخت کے لیے ہنڈیاں موجود تھیں وہ انہی اسباب سے متاثر ہو کر ایک دوسرے سے کم قیمت لینے کے لئے آمادہ تھے، تاکہ انھیں فوراً رقم حاصل ہو جائے۔ اگر وہ اپنی ہنڈیاں انگلستان بچواتے اور وہاں سے ان کے ہمندر رسونا منگواتے تو یقیناً انھیں بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوتا لیکن فوری رقم کی خاطر انہوں نے اس کی پروا نہیں کی اور کمترین قیمتوں پر اپنی ہنڈیاں فروخت کر دیں۔ یہی وہ عجلت تھی جس کی وجہ سے نیویارک کے تاجروں کو اس بات کی ترغیب ہوئی کہ ہر قسم کی پیدوار باہر روانہ کر دیں اور جلد سے جلد اس کی قیمت حاصل کر لیں، حالانکہ معمولی حالات میں اس پیدوار کی برآمد ممکن ہوتی، کیونکہ ایک طرف تو باہر تہائے مندرہ میں اضافہ زر کی وجہ سے قیمتیں جڑھ جاتیں اور دوسری طرف یورپ میں زر کی منگوائی سے قیمتیں بھینٹا گرجاتیں۔ عام طور پر کسی ملک کے بازار زر میں لوگ اس وقت خوفزدہ ہوتے ہیں جبکہ مبادلات اس کے ناموافق ہوں۔ لیکن مبادلات کی حالت تو غیر معمولی طور پر ملک کے موافق ہو اور پھر بھی وہاں لوگوں پر خوف و دہشت طاری ہو، ایسی کوئی صورت شاید دنیا دہری کبھی پیش ہو تو ہو۔

مختصر یہ کہ مبادلات موافق کی اصطلاح سے زر کا ایک سیدھا سا وہ واقعہ مراد ہے۔

97

98

اس سے تجارت کی خوشحالی کے متعلق کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا۔ اگر ان عددوں کے اندر یہ اصطلاح استعمال کی جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس سے جو اشتباہ پیدا ہو سکتا ہے، اس کا اندازہ مذکورہ بالا مثال سے پتہ آسانی کیا جاسکتا ہے۔ جب مبادلات ایسے نقطے پر پہنچ گئے کہ انگلستان سے امریکہ سونا روانہ کرنے کی ضرورت صاف طور پر محسوس ہونے لگی، تو اس اصطلاح کے مطابق مبادلات امریکہ کے حق میں بہت موافق اور ہمارے حق میں بہت مخالف تھے۔ باوجود اس کے امریکہ سے مقدار روٹی برآمد کرنے والے طبقے ہی کو اولاً اس صورت حال سے سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ کیونکہ سونا روانہ کرنے کے گراں مصارف اور اس کے شعلہ نقصانات کا ہمارے منہ پر پڑا اور دوسری طرف کوئی کہنے والا کسی قدر ظاہر معقولیت کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ انگریز فرسداڑوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، کیونکہ ان کے لئے یہ بات چنداں اہم نہ تھی کہ وہ ہنڈیاں پختہ ہونے پر انہیں کس طرح ادا کریں۔ آیا قسم اپنے پڑوسیوں کے حوالے کر دیں جن کے پاس معمولی حالات میں امریکہ سے آنے والے ناموں کی ہنڈیاں وصول ہو گئی، یا اپنے امریکی فرسخواہوں کے حکم سے اور انہی کے حساب میں ہنڈیہ جہاز سونا روانہ کر دیں لیکن اس میں ایک حد تک مغالطہ ہے کیونکہ برآمد کرنے والے کو جو سچ اٹھانا پڑتا ہے، وہ اکثر و بیشتر حالات میں برآمد شدہ پیداوار کے مصارف پر عائد ہوتا ہے۔ اس حد تک تو برآمد کرنے والے کا مفاد اور غیب ملک کا مفاد دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جس وجہ سے برآمد شدہ چیز کے مصارف میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس کا بار یا تو برآمد کرنے والے پر پڑنا چاہئے، یا اس کی پیداوار کے مصارف پر، لہذا ان دونوں کا مشترک مفاد اس میں ہے کہ اس قسم کا کوئی اضافہ واقع ہو۔ فلز روانہ کرنے کے مصارف سے اس قسم کا اضافہ واقع ہوتا ہے۔ لہذا اگر ایسے مصارف لاحق ہوں تو یہ صورت برآمد کرنے والے کے مفاد کے خلاف ہوگی اور اس ملک کے مفاد کے خلاف بھی جیسا پیداوار برآمد کی جاتی ہے۔

پس ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مبادلات کی ایسی حالت جو کسی ملک میں سولے کی درآمد کا باعث ہوتی ہے، وہ اس ملک کے درآمد کرنے والوں اور صارفین کے حق میں موافق ہوتی ہے، لیکن تجارت برآمد پر اس کی وجہ سے مزید بار عائد ہوتا ہے۔ مگر چونکہ یہ مزید بار، جو تجارت برآمد پر عائد ہوتا ہے، مذکورہ بالا مفروضے کے مطابق بالآخر غیب ملکوں کو ادا کرنا پڑتا ہے، اس لیے یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ مبادلات کی جو حالت ظاہر کی گئی ہے، وہ ایک سمتی میں زیر بحث ملک کے حق میں موافق اور ان اعیانہ کے حق میں جن کے ساتھ تجارت کی جا رہی ہے، ناموافق ہے۔ یہ

صورت حال زیادہ وضاحت کے ساتھ پیش نظر ہو جائے گی، اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے یہ فرض کر لیں (اور یہ بات جزئی طور پر صحیح بھی ہے) کہ کسی ملک کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اُسے دوسرے ملک سے خود لے آتا ہے۔ یہ الفاظ دیکھ کر اُس ملک کی تجارت برآمد کا انتظام فرمائش کے طریقے پر قائم ہے۔ گو باریاست ہائے متحدہ سے جو روئی اور نلکہ روانہ کیا جاتا ہے، وہ امریکی فرودستانوں کے حساب میں نہیں بلکہ انگریز خریداروں کے حساب میں، جنہوں نے فرمائشیں بھیجی تھیں، لکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی غیر ملکی خریدار کوئی شے اُس مقام سے خریدے جہاں وہ پیدا ہو رہی ہے، اور ایک بار برآمد پر کوئی مزید فریج عائد ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس کا باریک بینی کو برداشت کرنا چاہئے۔ پس اگر مبادلات ایک ایک گراموں اور اس وجہ سے اُس کی ہنڈی ہو اُس نے اپنے لندن کے گھرانے کے نام کھلی تھی، کم قدر بن جائے اور اپنی خریداریوں کی قیمت ادا کرنے کے لیے انگلستان سے فلز روانہ کرنے کا تمام فریج اسی کو اٹھانا پڑے تو یہ صورت حال اُس ملک کے حق میں ناموافق ہوگی جس سے اُس کا تعلق ہے اور جس کا خاطر وہ خرید رہا ہے، نہ کہ اُس ملک کے حق میں جہاں سے وہ خرید رہا ہے۔ اس کے برعکس جو امریکی اشخاص انگریز صنایعوں کو فرمائشیں بھیجتے ہیں، وہ انہی ادنیٰ مبادلات کے دوران میں معمول سے زیادہ ارز ادا شہج پر انگلستان کے خلاف ہنڈیاں خرید کر اپنے منگائے ہوئے مال کی قیمت ادا کر سکیں گے اور فلز روانہ کرنے کے فریج سے بچ سکیں گے جو معمولی حالات میں امریکہ کے درآمد کرنے والے تاجروں کی ایک تعداد پر یا معمول عائد ہوتا ہے۔ جہاں تک دوسرے ملکوں کی پیداواروں کی قیمت ادا کرنے میں سہولت اور کفایت حاصل ہونے کا تعلق ہے، مبادلات کی ہر ایسی حالت جس کے تحت مطلوبہ ہنڈیاں بہ آسانی اور ارز خریدی جاسکیں، اور جو پر موافق کہلائی جاسکتی ہے۔

100

موافق مبادلات اور ناموافق مبادلات، ان الفاظ کے استعمال پر مزید روشنی ڈالنے کے خیال سے ہم نے یہ گریز کیا تھا۔ اب ہم پھر اصل مضمون کی طرف لوٹیں گے اور یہ دریافت کریں گے کہ کس عام طریقے کے مطابق مبادلات خارجہ کا مطالعہ اور توجیہ کی جائے۔

۱۸۶۲ء کے دوران میں امریکی مبادلات کی جو رفتار تھی، اس سے ہمیں ایسا مزید مواد دستیاب ہوتا ہے جس کی تشریح ہمارے لیے سبق آموز ہوگی۔ ۱۸۶۲ء میں نیویارک میں خارجی ہنڈیوں کی قیمت میں غیر معمولی طور پر گری ہوئی نظر آئی۔ بعد ازاں یہ صورت حال الٹ گئی۔ کچھ دن گزرنے کے بعد قیمتیں میں غیر معمولی حد تک اور غیر معمولی تیزی کے ساتھ اضافہ واقع ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیونکر اس تبدیلی

101

کی توجیہ کی جائے مگر واقعات کی طرف اس کا اشارہ تھا۔

مبادلات خارج پر مختلف عوامل اثر ڈالتے ہیں، ان کی تحقیق کے لیے اس سے بہتر مثال نہیں دستیاب ہو سکتی۔ بین الاقوامی فرضہ ساری کو ہم نے قدر کا بنیادی عنصر قرار دیا ہے۔ اب محض اس عنصر میں تبدیلی واقع ہونے کی وجہ سے جو اثرات پیدا ہو سکتے ہیں، ان سے یہ بھی طور پر زیادہ بڑے اثرات، یہاں اس مثال میں ہمارے سامنے موجود ہیں، کیونکہ ہند یوں کی قیمت کا اضافہ معمولی مقام زر سے کسی آگے بڑھ گیا تھا۔ یکا ایک رقموں کا امریکہ سے یورپ روانہ کیا جانا، اور باہر سے مال درآمد کی طلب کا بدستور جاری رہنا، اور دوسری طرف جنوبی بندرگاہوں کی ناک بندی کے باعث روٹی کی درآمد کارک جانا، یہ امور ایک حد تک اس صورت حال کا باعث ہو سکتے تھے، لیکن نہ اس قدر کہ قیمت مقام زر سے کبھی تجاوز کر جائے۔ پس ہم قدر کے ایک اور عنصر پر آہٹتے ہیں، جس کا عمل نسبتاً غیر محدود ہوتا ہے اور جو زر کے اتار میں مضمر ہے۔ قدر کے مختلف عناصر میں جو یہ وہی ہند یوں کی قیمت پر اثر انداز ہوتے ہیں، یہی ایک ایسا عنصر ہے جس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ غیر محدود کی پیشیاں پیدا کرتا ہے۔ ریاست ہائے متحدہ میں ایک قانون نافذ کیا گیا جسکی بدولت سولے کی شکل میں رقموں کی ادائیگی ممنوع کر دی گئی، اور حکومت کو غیر بدل پذیر زر کا غدی جاری کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس قانون نے مقام زر کی معمولی حد شادی جسکے ساتھ ہی یہ امر کہ خارجی ہند یوں کی قیمتیں کس حد تک چڑھ سکتی ہیں، ایک غیر یقینی مسئلہ بن گیا۔ لوگوں کو پہلے ہی سے معلوم ہو گیا کہ اب اتر سے ہونے زر کے اثرات جس حد تک پھیل سکتے ہیں، پھیل سکیں گے، اور یہ امکان پیدا ہو گیا کہ مبادلات خارج چند فی صد نہیں بلکہ پچاس یا سو بلکہ دو سو فیصد تک چڑھ جائیں۔ جنوبی ریاستوں میں تو لندن کا مبادلہ چار سو فی صد تک چڑھ گیا۔

آخر اس اٹانے کے حدود بالآخر کس ان قائم ہو گئے، اس بارے میں تجربہ تو ناقص تھا۔ اب رہا نظریہ، وہ صرف یہ ثابت کر سکتا تھا کہ غیر بدل پذیر زر کا غدی کی ہرجائی کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ مبادلہ متواتر اور ناگزیر طور پر چڑھتا جائے گا اور اس نسبت سے چڑھے گا جس سے زر میں اتار واقع ہو گا۔ تب تو یہ ہے کہ شمالی ریاستوں میں مبادلہ ایک مدت تک نہیں چڑھا حتیٰ کہ وہ وقت گذر گیا جبکہ اس کے واقع ہونے کی توقع کی جاتی تھی۔ اور یہ دیکھ کر امریکہ والے یہ سمجھنے لگے کہ شاید وہ سونا کھوے بغیر یا بقیہ زر کو اتار سے بغیر کا غدی زر چھاپ سکتے ہیں۔

یہ جو مبادلے کے چڑھنے میں دیر واقع ہوئی، اس کے اسباب بھی تحقیق کرنے کے لائق ہیں۔ گو واقعات کی پیچیدگی کے باعث کسی قطعی نتیجے پر پہنچنا مشکل ہے۔ اس کے دو سبب بیان کیے گئے ہیں

جو کافی قرین عقل معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ سرکاری زر کا غدی کی اجرائی کے ابتدائی مہینوں میں خانگی بنکوں نے یہ کثرت اپنے نوٹ واپس طلب کر لیے اور اس طرح مجموعی مقدار زیریں اتنا اضافہ نہیں ہوا جتنا کہ توقع کی جاتی تھی۔ دوسرے یہ کہ جس رقبے پر امریکی زر پھیلا ہوا ہے، وہ اس قدر وسیع ہے کہ زر کا غدی کی زائد از ضرورت اجرائی کے اثرات جلد رونما نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ ابھی کہا گیا ہے کہ امریکہ کے مغربی حصوں میں پہلے سے ہی زر کی بڑی کمی موجود تھی جسکی اس طور تلافی ہو گئی لیکن اسباب خواہ کچھ ہی ہوں، زر کی قدر میں کوئی بڑا گھٹا واقع ہوئے بغیر زر کا غدی جاری ہو جانے پر امریکہ والوں کو جو اطمینان سا ہو گیا تھا، وہ بہت تھوڑی دیر قائم رہ سکا اور معاشیات کے نظریے بالآخر صریح طور پر تخی بجانب ثابت ہوئے۔ امریکی مبادلات میں اس قدر اضافہ واقع ہوا کہ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی کیونکہ ایک سال سے کچھ ہی زائد مدت کے اندر مبادلہ بہ قدر بیچ ۱۱۰ سے بڑھتے بڑھتے ۸۰ تک پہنچ گیا۔ ہم نے کسی سابقہ باب میں یہ کوشش کی تھی کہ زر اثر جانے کی وجہ سے مبادلات میں جو تغیرات پیدا ہوتے ہیں، ان کے امکانی حدود کا جہاں تک ممکن ہو سکے، تخمینہ کیا جائے۔ اور ہم نے یہ بتایا تھا کہ جہاں کہیں قانون سولنے پر بڑھوتری آو کر لے میں مانع نہ ہو، وہاں خارجی ہنڈیوں کی قیمتیں اسی نسبت سے چڑھیں گی جس سے کہ تمام قابل خرید ایشیا (غلا کو شامل کر کے) کی قیمتوں میں زر کے اس اتار کے باعث اضافہ ہوگا۔ الفاظ و بچہ جس نسبت سے کہ زر کا غدی پر بڑھنے کا یا سولنے پر بڑھوتری ملے گی، اس حد سے آگے زر کے اتار کی وجہ سے خارجی ہنڈیوں کی قیمتیں متغیر نہ ہوں گی۔ چنانچہ ایک طرف نیویارک میں ان ہنڈیوں کی قیمت اور دوسری طرف سولنے کی قیمت، ان دونوں کی تخمینہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ دونوں ساتھ ساتھ چڑھتی اور ساتھ ساتھ اترتی تھیں۔ زر کے اتار سے قبل انگلستان والی ہنڈیوں کے متعلق واقعی مساوات مبادلہ ۱۰۹ کی شکل میں ظاہر کیا جاتا تھا۔ جب سولنے کی قیمت چڑھی تو خارجی ہنڈیوں کی قیمت بھی اس ۱۰۹ کے نقطے سے اسی قدر آگے بڑھی جس قدر کہ سونا حد مساوات سے آگے بڑھا۔ چنانچہ سولنے کی بڑھوتری اور اسٹرنگ ہنڈیوں کی قیمت کے درمیان وہی فرق باقی رہا (اور اس نسبت میں وہی کمی بیشیاں

104

105

۱۔ اس کتاب کے دوسرے اڈیشن کی کسی تعقید کے دوران میں وہ اور سب بیان کئے گئے ہیں اور بلاشبہ وہ بھی اپنا عمل کر رہے تھے، ایک ملک میں اظہار کی عام تحدید، دوسرے جگہ کا عظیم الشان بیچ۔ بلاشبہ ان دونوں حالات نے زر کی ایک کثیر مقدار جذب کر لی ہوگی۔

ہوتی رہیں) جو معمولی حالات میں نظری مساوات مبادلہ اور انگریزی ہنڈیوں کی حقیقی اوسط بڑھوتری کے درمیان رہا کرتا تھا۔ لیکن یہ فرق جو سابق میں ۹ فی صد ہو کر تھا تھا اب یہ ظاہر بڑھ گیا کیونکہ خود اس کا تخمینہ بھی اترے ہوئے زر کی شکل میں کرنا پڑتا تھا لیکن یہ بڑھنا محض ظاہری تھا۔

تاکہ یہ بات ٹھیک طور پر سمجھ میں آجائے، یہ ضروری ہے کہ امریکہ میں انگلستان والی ہنڈیوں کی قدر کا جس طور پر تخمینہ کیا جاتا ہے، اسے بیان کر دیا جائے۔ اس تخمینے کی بنیاد یہ ہے کہ ہم ڈالر ۹ پونڈ کے مساوی ہیں اور اس لیے ایک ڈالر ۴ شلنگ ۶ پنس کے مساوی ہے۔

لیکن یہ فرضی مساوات مبادلہ ڈالر اور سادرن میں جو سونا ہے، اس کی حقیقی قدر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ ۹ پونڈ میں جو سونا ہے، وہ ۴۰ ڈالر کے سونے سے فونی صدی زیادہ ہے اور اس وجہ سے ڈالر کی قدر گھٹ کر تقریباً ۴ شلنگ ڈیڑھ پنس رہ جاتی ہے۔ اسی لیے جب انگلستان والی ہنڈیاں خریدی جاتی ہیں تو ہر سو ڈالر کے ساتھ ۹ ڈالر اور تین شلنگ کے مذکورہ بالا تخمینے کو صحیح کر دیا جاتا ہے۔ یہ ایک واقعہ تھا کہ جب تک سجر اٹلانٹک کے دونوں جانب زر طلا موجود تھا، نیویارک

106

اور لندن کے مابین حقیقی مساوات مبادلہ تقریباً ۹ فی صدی بڑھوتری پر تھی، مگر اب اصطلاحی محاورے میں لندن والی ہنڈیاں مبادلہ کے توازن کی حالت میں، ۱۰۹ کے نفعی پرتھیں۔

زر طلا کی شکل میں یہ ۹ فی صدی کا فرق (یعنی وہ بڑھوتری جو تخمینہ صحیح کرنے کے لیے عائد کی جاتی ہے) مختلف دوسرے عوامل کے اثر سے جو مبادلہ خارجہ پر اثر انداز ہوتے ہیں، کم و بیش ہو گا یعنی

ترصداری کی حالت، شرح سود، مایوں کہنے کے طلب و رسد کے حالات، اس میں کئی پیشی پیدا کریں گے۔ لیکن اوسط مقام زر وہی ہو گا۔ زر اترنے کے بعد دوسری اشیاء کی طرح ہنڈیوں کی قیمتیں بھی جن ڈالروں کی شکل میں بیان ہونے لگیں، وہ وہی ڈالر تھے جن کی شکل طلا ایک خاص قدر تھی بلکہ وہ اتنی ہوئی قدر والے ڈالر تھے۔ لہذا یہ داجی تھا کہ ہنڈیوں کی شکل طلا ۹ فی صدی کا وہی

حقیقی فرق اب بھی خارجی ہنڈیوں کی قیمت میں داخل ہو لیکن اب وہ اپنے ہم قدر کا غندی ڈالروں کی شکل میں بیان کیا جائیگا۔ الفاظ دیگر، یہ ۹ فی صدی بھی ٹھیک اسی نسبت سے بڑھ جائیں گے جس نسبت سے کہ سو فیڈ پر بڑھوتری مل رہی ہو گی۔ پس ہم مذکورہ ذیل نتیجے پر پہنچتے ہیں۔

لے و سادرن اور ۴۰ ڈالر میں جو سونا ہے، اس کا ٹھیک فرق ۹ فی صدی کے قریب ہے۔ لیکن متن میں جو تخمینہ دیا گیا ہے، وہ عام استدلال کے لیے کافی صحیح ہے۔

اگر زر کا غذی جاری ہونے سے پہلے انگلستان والی ہنڈی کا خریدار اُس کے عوض میں ۱۰۰ ڈالر اور ۹ ڈالر دے رہا تھا تو اب سونے پر بڑھوتری ۵۰ فی صدی تک پہنچے سے وہ اولاً ۱۰۰ ڈالر کی بجائے ۱۵۰ ڈالر ادا کرے گا اور پھر ۹ ڈالر کی بجائے ۱۳ ڈالر ادا کرے گا، یعنی تخمینہ صحیح کرنے والی بڑھوتری کا نصف حصہ ادا کرے گا۔ چنانچہ جب سونا ۱۵۰ پر پہنچا ہوا اور ہنڈیوں کی قیمت ۱۶۳ ۱/۲ ہو تو یہ قیمت ۱۰۹ والی قیمت کے مطابق ہوگی بشرطیکہ سونے پر کوئی بڑھوتری نہ ہی جاری ہو۔ یہ قیمت طلب یا رسد کی حالت کے مطابق ۱۶۵ تک چڑھ سکتی یا ۱۶۱ تک گر سکتی ہے لیکن اوسط نقطے کی تحقیق تو اسی طریقے سے ہو سکتی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔

107

تلافی تذبذبوں کی بدولت خلل ڈالنے والے اسباب پیدا ہو گئے۔ ان تذبذبوں نے سونے کی آزادانہ تجارت میں مداخلت کی اور جتنے کاروبار سونے کی شکل میں کئے جائیں ان پر خاص خاص معائدہ عائد کیے اور اُن کے راستے میں دقتیں پیدا کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہنڈیوں اور سونے کی قدر اضافی میں کبھی کبھی تغیرات پیدا ہونے لگے۔ سونے کی شکل میں جو کاروبار کیے جائیں، اُن پر ٹکس لگانے کا وہی اثر ہوتا ہے جو جہاز سے سونا روانہ کرنے کے مصارف میں اضافہ ہونے سے نمودار ہوتا ہے۔ اور اس کا بھی یہی برعکس ہوتا ہے کہ سونے کی بڑھوتری اور ہنڈیوں کی بڑھوتری کے مابین فرق وسیع ہو جائے۔

سونے کی شکل میں جو کاروبار کیے جائیں، اُن پر ٹکس لگانے کے علاوہ کچھ اور حالات بھی ہوتے ہیں جن کی بدولت اُن اشخاص کو جنھیں یا خارجی ہنڈیاں اور یا سونا خریدنے کی ضرورت تھی، یہ ترغیب ہوتی کہ وہ اول الذکر کو ترجیح دیں چنانچہ اس طور پر ایک طرح کی مصنوعی طلب نمودار ہو گئی۔ مثلاً یہ اندیشہ متواتر لگ رہا کہ شاید سونے کی برآمد خواہ براہ راست یا بالواسطہ کسی وقت بھی روک دی جائے۔ لہذا قدرتی طور پر رقم روانہ کرنے کی اسی صورت کو ترجیح دی گئی جسے روک نہ جاسکتا تھا۔ مزید برآں اگر سونا یا ہنڈیاں خریدنے کی یہ غرض تھی کہ جنھیں کچھ مدت تک روک رکھنے کے بعد روٹی رقم کے لیے استعمال کیا جائے تو ایسی حالت میں ہنڈیوں پر تو سود دیا جاتا لیکن سونے پر سود کا نقصان ہوتا تھا، کیونکہ جب ہنڈیاں فروخت ہونے کو آئیں گی تو بیسنگل کی مدت زیادہ قریب ہونے سے اُن کی قیمت بھی زیادہ ملے گی۔ اسی طرح سونا رکھنے سے متعلق اور بھی مصارف اور خطرات تھے جن کی صراحت یہاں غیر ضروری ہے، لیکن ہنڈیاں رکھنے کی صورت میں وہ بیس عائد ہوتے تھے۔ پس بہت سے امور ہیں (لیکن ان میں حکومت کی متوازل مداخلت کو خصوصیت حاصل ہے)

108

جن کا یہ رجحان ہوتا ہے کہ سونے اور ہنڈیوں کے مابین فرق کو وسیع کریں اور خاص خاص موقعوں پر سخت پیمانہ پیدا کریں محض زر کے اتار سے ان مظاہر کی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔

جس دور پر ہم غور کر رہے ہیں اُس میں امریکہ کے اندر مبادلاتِ خارجہ کی جو غیر معمولی حالت تھی، اس کی تشریح، کسی سادہ شکل میں، خاص طور پر مشکل ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ بہت زیادہ سبق آموز بھی ہے، کیونکہ اُس کی بدولت ہمیں یہ مفوقِ مجاہد ہے کہ قدر کے مختلف عناصر پر جبکہ وہ

109

ایک دوسرے کے موافق اور بعض اوقات ایک دوسرے کے خلاف عمل پیرا ہیں، نظر ڈال سکیں۔ یہ سچ ہے کہ ”گرین بیک“ نوٹوں کی اجرائی سے جواز کا اتار واقع ہوا، اس کا ایسا زبردست اثر پڑا کہ دوسرے عناصر قدر کے عمل کا پتہ لگانا دشوار ہو گیا لیکن جب تک کچھ بھی تجارتِ خارجہ باقی رہے گی، یہ عناصر ہرگز پورے طور پر مغفود نہیں ہو سکتے۔ جس قدر اہل امریکہ نے اپنی رقمیں، اس ملک کو (یعنی انگلستان) روانہ کیں، تاکہ اپنی کمائی کے ایک حصے کو زر کے

روز افزوں اتار کے اثر سے محفوظ کریں، اسی قدر انگلستان والی ہنڈیاں طلب کی گئیں۔ کہا جاتا ہے کہ امریکہ سے کثیر رقمیں انگریز بنگلہ داروں کے ہاں بھی گئیں، کیونکہ یہی طور پر یہی سب سے زیادہ محفوظ نقد تھا جس کی بدولت اُن کی کمائیاں نقصان سے محفوظ رہتیں اور

ساتھ ہی اُن پر ٹھوڑا سا سود بھی ملتا ہے۔ امریکہ میں ایسا تمام سرمایہ جو کسی کسی نہی سے بنگلوں میں مشغول تھا، وہ روزانہ زر کے اتار سے متاثر ہو رہا تھا اور ایسی تمام کمائیاں جو ڈالر میں ادا ہونے والے تمسکات کی شکل میں تھیں، وہ سرعت کے ساتھ غائب ہو رہی تھیں۔ لہذا لوگوں

نے اپنے مشغولات بہ کثرت سونے کی شکل میں رکھنے کی کوشش کی لیکن ہم تشریح کر چکے ہیں کہ یہ صورت ایک طرف تو حکومت کے طرز عمل کے باعث خطرناک تھی اور دوسری طرف وہ سو کا نقصان ہونے کی وجہ سے غیر نفع بخش تھی۔ نیز مالک کو رقمیں روانہ کر دینا، بس یہی ایک

110

ایسی صورت تھی جس میں دونوں فائدے موجود تھے، یعنی اس کی بدولت اصل محفوظ بھی رہ سکتا تھا اور ساتھ ہی نفع بخش طریقے پر مشغول بھی رہ سکتا تھا۔ چنانچہ اس غرض سے کئی ملین اسٹریٹنگ یورپ روانہ کیے گئے، بعض لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ نیویارک سے سونے کی روانگی اتنی

زیادہ نہیں ہوئی، یعنی کہ توقع کی جاسکتی تھی لیکن اس طور پر جو سرمایہ انگلستان روانہ ہوا، اس کے کچھ حصے نے ایک چمپیدہ راہ اختیار کی، یعنی سبائے نیویارک کی بندرگاہ کے دو کیلی فورنیا کی بندرگاہوں سے روانہ کیا گیا۔ کیونکہ کیلی فورنیا سے نیویارک سونا روانہ کرنے میں جو بڑے بڑے

خطرات تھے، اُن کو یہ راستہ اختیار کر کے ٹالا گیا اور ساتھ ہی یورپ رقبے میں روانہ کرنے کا مقصد اُنہی آسانی کے ساتھ حاصل ہو گیا۔ اگر فلز کی یہ مقداریں روانہ نہ کی جاتیں تو ہنڈیوں کی طلب جس حد تک پہنچی تھی، اس سے بھی زیادہ ہو جاتی۔ کیونکہ اہل امریکہ کو انگلستان میں نہیں وہ کار تھیں اور وہ نہ صرف اُن اغراض کے لیے جن کا ابھی اظہار کیا جا چکا ہے بلکہ فوجی ذخائر کی جو کثیر مقداریں اس ملک (یعنی انگلستان) میں خریدی گئیں ان کی قیمت ادا کرنے کے لیے، نیز یورپ کے ان مصنوعات کی قیمت ادا کرنے کے لیے جنہیں خریدنے پر اہل امریکہ فوری ربح اکتیاجات کی خاطر مجبور ہیں، خواہ وہ اپنی تجارت میں کتنی ہی تنصیف کر دیں۔ دوسری طرف ناکہ بندی کی وجہ سے نیویارک میں روٹی والی ہنڈیاں دستیاب نہ تھیں، اور خود یورپ میں فصلیں کامیاب ہونے کی وجہ سے یہ تجارت یوں بھی گھٹ گئی تھی اور غلے والی ہنڈیاں نسبتاً کم موجود تھیں۔ لہذا (بادجو کیلی فورنیا کی روٹیوں کے) ہنڈیوں کی طلب بلاشبہ زیادہ تھی اور اس طلب کی وجہ سے اسٹریٹنگ کی ہنڈیوں پر بڑھوتری زیادہ ہوئی، لیکن یہ یاد ہو گا کہ بڑھوتری کا یہ اضافہ ایک خاص حد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ فلز روانہ کرنے میں جو خطرات پیش آتے جو قیمتیں اٹھانا پڑتیں اور جو مصارف لاحق ہوتے ہیں، اُن سے یہ اضافہ ہرگز نہیں بڑھ سکتا۔ کیونکہ جو ہنڈیوں کی بڑھوتری اور انگلستان والی ہنڈیوں کی بڑھوتری کے درمیان یہ فرق ایک خاص حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو، جیسا کہ پہلے تشریح کی جا چکی ہے، رقم روانہ کرنے کے خواہشمند بذریعہ جہاز سونا روانہ کریں گے (اور جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں) یہ خاص حد ۹ فی صد ہے، البتہ اس میں خود اس فونی صد کی بڑھوتری اور بذریعہ جہاز سونا روانہ کرنے کا خرچ اور شامل کر لیا جائے، اور چونکہ سونے کی برآمد مصنوع نہیں کی گئی تھی، اس لیے سونے کی شکل میں ہمیشہ رقم روانہ کی جاسکتی تھی۔ بادجو دکنی ایک ظاہری لبریلوں کے امریکی مبادلات کی رفتار و حقیقت اُنھی چند سیدھے سادے اصولوں کے تحت متعین ہوئی جن پر ہم اس مقالے کے کسی قدر ابتدائی حصے میں بحث کر چکے ہیں۔ اس خاص اجتماع حالات کی پیچیدگی کے باوجود چند نمایاں اسباب کا اثر، جن پر سب کی بنیاد تھی، کافی وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم پھر بھی کہیں گے کہ دیگرین بیک، نوٹوں کی غیر محدود اجرائی کی وجہ سے خارجی ہنڈیوں کی قیمتیں چڑھنے کے مستقل قطعی یقین کے ساتھ پیشگوئی کی جاسکتی تھی۔

111

گیٹس برگ کی لڑائی کے بعد، دریاے سی سی پی کے کھلنے پر قیمتیں جو تیزی کے ساتھ گریں اس کی تشریح اس قدر آسان نہیں ہے، لیکن جو کچھ مشکل ہے، وہ اس بات کی تشریح سے متعلق ہے کہ

112

کیوں سولنے کی بڑھوتری میں کمی واقع ہوئی، نہ اس بات سے کہ کیوں خارجی ہند یوں کی قیمتوں میں کمی واقع ہوئی۔ کیونکہ یہ آخری بات تو خود پہل بات کا نتیجہ ہے۔ بلاشبہ یہ سچ ہے کہ جہاں مبادلات خارجہ کی توجیہ کا سوال پیش ہو، وہاں سولنے کی بڑھوتری محض ایک ضمنی بات ہے۔ لیکن چونکہ ہم سونا چڑھنے کی کیفیت معلوم کر چکے ہیں، اس لئے اگر مختصر آسونا کر لے گا حال بھی دریافت کریں تو باعث دلچسپی ہوگا۔ اگر زر کی افراط سے بڑھوتری نمودار ہوئی تھی تو یہ ایک بالکل قدرتی بات ہے کہ زیادہ اجرائی کی تخفیف ہی کی بدولت اس میں اسی نسبت سے کمی واقع ہوگی۔ چنانچہ ”گرین بیک“ نوٹوں کے کچھ حصے کو اسٹاک کی شکل میں جو تبدیل کیا گیا، وہ اسی قبیل کی ایک تدبیر تھی۔ لیکن چونکہ اس کے ساتھ ہی نئی اجرائیاں واقع ہوئیں، اس لیے اس کا اثر زائل ہو گیا۔ مزید براں سولنے کی بڑھوتری میں کمی واقع ہونے کے قبل ہی سے ”گرین بیک“ نوٹوں کی یہ تبدیلی شروع ہو چکی تھی بلکہ وہ اس وقت بھی جاری تھی جبکہ بڑھوتری میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس لیے لیک ایک جو کمی واقع ہوئی، اس میں اس تبدیلی کا کوئی بڑا حصہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بڑھوتری کی یہ کمی غالباً ایک خیال کا نتیجہ تھی جو لیک ایک لوگوں میں پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ اور وہ خیال یہ تھا کہ زر کا غدی کی مقدار درحقیقت گھٹا دی جائے گی اور وہ اس طور پر کہ ”گرین بیک“ نوٹوں کی تبدیلی پینٹل اسٹاک اور زیادہ موثر کر دی جائے گی یا پھر کسی قریب تر تاریخ پر ان کا بہ شکل فلز انفکاک کیا جائے گا، جس کا کوئی امکان اس زمانے میں نظر نہیں آتا تھا جبکہ شمالی ریاستیں تاریک دور سے گذر رہی تھیں۔ یہ فیصلہ کرنا کہ آیا سولنے کا ر ناخوبی بجانب سمٹنا نہیں، بہت مشکل ہے کیونکہ یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس بارے میں کوئی رائے ظاہر کرنے کی جرات نہ کی جائے کہ آیا حکومت و اسٹیشن، جس نے اپنے ہی اغراض کے لیے یہ زر جاری کیا تھا، اب اس کی مقدار گھٹا دینے کی طاقت یا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں۔ لیکن اہل امریکہ میں جو یہ خیال پھیلنا ہوا تھا کہ حکومت میں یہ ارادہ اور طاقت موجود ہے، اس کا بلاشبہ کو جزئی طور پر یہی اثر ہوا جو حکومت کی جانب سے واقعی طور پر تدبیریں اختیار کیے جانے کی صورت میں پیدا ہوتا۔ اس خیال کا ایک اور اثر یہ نمودار ہوا کہ جن لوگوں نے زر میں مزید آثار واقع ہونے کے خوف سے سونا جمع کیا تھا (اور جو اس کے قبل بھی ان تدبیروں سے کسی قدر خوف زدہ ہو گئے تھے جو حکومت نے اسی سونا ذخیرہ کرنے کے خلاف اختیار کیں تھیں) انہیں یہ ترغیب ہوئی کہ مزید سونا چڑھنے کے خیال سے باز آجائیں اور اپنا ذخیرہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، فروخت کر ڈالیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ حکومت نے بھی کچھ مصنوعی ذرائع اختیار کر کے سولنے کی بڑھوتری کی اس بل از وقت

تخفیف میں حصہ لیا ہے۔ اور وہ اس طور پر کہ اُس نے کثیر رقمیں بازار میں لا ڈائیں جن کے متعلق یہ خیال کیا جانا سفاک کہ وہ اسی غرض سے جمع کی جارہی تھیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر اس کا رد عمل بہت ہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ زائد از ضرورت زر کا غذی کی اجرائی کا عمل صرف اسی وقت مسترد ہو سکتا ہے جبکہ بعد ازاں اُس میں تخفیف کر دی جائے۔ یہ ممکن ہے کہ مصنوعی ذرائع اختیار کر کے اس نتیجے میں کمی کر دی جائے لیکن اُسے پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا یہ پیش گوئی کی جاسکتی ہے اگر ان عارضی مصلحتوں کے بعد ہی مستقل اصلاحات کی تدبیریں اختیار نہ کی جائیں گی تو سولے کی قیمت ایک مرتبہ اور بڑھ جائے گی۔ دوسری طرف ان تدبیروں کا اختیار کرنا اس وجہ سے آسان ہو گیا ہے کہ اس بارے میں صورت حال اہل امر کی کے موافق ہے۔ کیونکہ اُن کا زربعد وئی اسباب کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اندرونی اسباب کی وجہ سے اُترا ہوا ہے۔ غالباً وہ گزشتہ چند سال کے اندر کبھی اہل یورپ کے اس قدر کم قرضہ ارنہیں تھے جس قدر کہ وہ آج ہیں اور انھیں ایک فائدہ اور یہ حاصل ہے کہ یورپ میں اُن کی کثیر امانتیں موجود ہیں جن کی بدولت ان میں یہ قوت موجود ہے کہ جس وقت چاہیں اپنے کھوئے ہوئے سولے کا ایک بڑا حصہ دوبارہ حاصل کریں۔ روئی کی تجارت میں دوبارہ جان پڑنے سے مبادلات کس حد تک متاثر ہوں گے اور کس حد تک یورپ والے امریکہ فزروانہ کرنے پر مجبور ہوں گے اس کا جواب دینے کے لیے بہت سے حالات پر غور کرنا ہوگا۔ یہ ایک وقت کا سوال ہوگا کہ قرضہ ادا کی کا۔ امریکہ والوں کو اس جانب سے کثیر مقداروں میں مال و اسباب کی ضرورت ہوگی اور سوال یہ پیدا ہوگا کہ آیا جس رفتار سے ہم اُن کے لیے مال و اسباب مہیا کر سکتے ہیں اس سے زیادہ تیز رفتار سے وہ ہمارے لئے روئی مہیا کر سکیں گے۔ قیاس یہ ہے کہ روئی کیلئے ہماری ضرورت جس قدر شدید ہوگی، مصنوعات کے لیے اُن کی ضرورت اسی قدر شدید نہ ہوگی۔ لیکن اس کا کم یقین ہے کہ آباروئی کی مطلوب ہفتہ روزہ دستیاب ہو جائے گی۔ البتہ دوسری طرف ہمارے مصنوعات کی برآمد اگر ضرورت پڑے تو دوبارہ اپنے سابقہ پیمانے پر جاری کی جاسکتی ہے۔ پھر حال اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ فرض کرتے ہوئے کہ ہمیں روئی کی فوراً ضرورت ہوگی اور یہ دیکھتے ہوئے کہ روئی کی تجارت کی بظنی کے باعث اس میں قرضہ کم دستیاب ہوگا، ہماری

114

115

۱۔ اس رائے کی صحت دوسرا ایڈیشن شائع ہونے سے پہلے ہی علی طور پر ظاہر ہو گئی۔ سولے کی قیمت میں پھر اضافہ واقع ہوا اور باوجود بہت سی کمی پیشوں کے اُس میں اس وقت سے مزید ترقی واقع ہوئی۔ دسمبر ۱۹۱۳ء۔

جانب سے فلز آمد کرنے کی ضرورت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ گواٹس حد تک نہیں جس حد تک کہ عام طور پر یقین کیا جاتا ہے۔ ایک اور اہم قابل لحاظ بات یہ ہوگی کہ آیا امریکہ دالے دوبارہ زر فلزی قائم کرنے کی غرض سے سونا حاصل کرنے کے لئے یچین ہونگے، یا یہ کہ وہ یہ کچھل کر بیچوں گا تو اُن پر کوئی قرضہ نہیں ہے اس بات پر قانع رہیں گے کہ اپنے اُترے ہوئے زر کو اُسی حالت میں چلے دیں جس میں کہ وہ جنگ کے ختم پر پایا جائے اور اپنی دانست میں یہ خیال کریں گے کہ شاید وہ اپنے آپ درست ہو جائے گا۔ فرض کیجئے کہ انھیں سونا درکار نہیں ہے، نہ اندرون ملک گھومنے کے لیے اور نہ بیرونی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے۔ کیونکہ ممکن ہے وہ یہ خیال کریں کہ اندوں ملک المبادلہ کام کاغذ سے بھی ٹھیک طور پر چلایا جا سکتا ہے اور بیرونی ذمہ داریوں سے تو وہ ہمارے مفروضے کے مطابق نسبتاً آزاد رہیں گے۔ پس سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں، یعنی اگر انھیں سونا درکار نہ ہو تو پھر ان کے نزدیک سونے کی کیا قدر ہوگی۔

پھر بھی اگر وہ یورپ سے فوراً کثیر مقدار میں مال و اسباب نہیں، تو سونا ہی ایک ایسی چیز ہوجائے گی جو ہم روٹی کے معادضے میں انھیں دے سکیں گے۔ لہذا ہم یہ امید کر سکتے ہیں کہ دو باتوں میں سے ایک بات واقع ہوگی۔ یا تو سونے کی بڑھوتری کم ہوجائے گی اور اگرچہ ان کا ارادہ فوراً اپنے زر میں اصلاح کرنے کا نہ ہو، تاہم حالات مفروضہ کی وجہ سے سونے کی اس قدر کثیر رسد ان کے پاس موجود ہوجائے گی اور اُس کی بڑھوتری میں اس درجے کی توقع ہوگی کہ باوجود اپنی لاپرواہی کے وہ جلد عملی تدبیر اختیار کریں گے یا پھر یہ بات سمجھی بالکل ممکن ہے کہ انھیں سب سے اپنے زر کی اصلاح کرنے کے اپنی درآمد میں اضافہ کرنے کی ترغیب ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتوں میں اور عام تجارت میں خوب افراط کی حالت پیدا ہوجائے گی۔ بچہ و حساب مال و اسباب درآمد کرنے کی ترغیب جو لمبا اوقات زائد از ضرورت زر کاغذی کے گردش میں آنے سے پیدا ہوجایا کرتی ہے، اپنا پورا اثر دکھلائے گی۔ اور اس طور پر بیرونی ذمہ داریاں پیدا ہوجائیں گی جن کی ادائیگی میں وہ زائد سونا نکل جائے گا جو یاں کردہ صورت حال کی بدولت اُن کے قبضے میں آگیا تھا۔ پہلی حالت میں یہ ممکن ہے کہ امریکہ کا مالی نظام اپنی اس آزمائش سے بغیر کسی مصیبت کے بچ نکلے لیکن دوسری حالت میں جو زیادہ قرین قیاس بھی ہے، ایک سخت تباہی کا واقع ہونا ناگزیر ہے۔

مبادلات خارجہ کی ان خاص مثالوں میں ہمیں تشبیح اور تجزیہ کے موقعے خصوصیت کے ساتھ

حاصل تھے۔ لیکن ان کے متعلق ہم نے جو کچھ ادھر بیان کیا ہے، وہ نہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور نہ بجائے خود سکل ہے بلکہ اس کا صرف یہ منشا ہے کہ توجیہ کا عام مسئلہ جو کہ موجودہ باب کا خاص عنوان ہے، اُس کی توضیح ہو جائے۔ اسلئے اہم امر کئی مبادلات کی حالت بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا کہ چونکہ قدر کے اہم ترین عنصر یعنی اضافی قرض داری کو نظر انداز کرنے سے دو غلطیاں پیدا ہوئیں، ایک یہ کہ بیرون ملک جو فلز جانے لگا اس کی ایک غلط توجیہ کی گئی حالانکہ وہ ایک بالکل قدرتی بات تھی۔ دوسرے یہ کہ کتنی مدت تک اُس کی روانگی جاری رہے گی، اسکا اندازہ کرنے میں غلطی کی گئی۔ اسنحی مبادلات کے دوران میں آمدہ دو سال تک اُن غیر معمولی کمی بیشیوں کی توجیہ کرنے کے لیے، جو کہ واقع ہوئیں، ہم نے یہ محسوس کیا کہ ہمیں زیادہ تر جس عامل پر نظر ڈالنا چاہئے، وہ زر کا اتار ہے۔ درحقیقت دونوں صورتوں میں یہ محسوس کیا گیا کہ جب ہم قدر کے کسی ایک عنصر کو خاص باعث قرار دیتے ہیں تو ساتھ ہی ہم ناگزیر طور پر اس کے دوسرے عنصروں کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ لیکن سب سے زیادہ اہم یہ بات ہے کہ ایک اصل اور نیا دی سبب ہمیشہ تلاش کیا جائے، اور یہ نہ فرض کیا جائے، جیسا کہ بعض اوقات کیا جاتا ہے، کہ سٹھ کھیلنے والے اشخاص قدرتی اسباب کے عمل میں تبدیلی یا رکاوٹ یا تیزی پیدا کرنے کے علاوہ کچھ اور بھی قوت رکھتے ہیں مثلاً جب طلا برآمد ہو رہا ہو تو بعض اوقات یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ عنصر ایک مبادلہ عامل ہے جو بعض شے کھیلنے والوں نے اختیار کیا ہے جھکا کار و باہری یہ ہے کہ بیرونی ہنڈیوں کی قیمت میں جو تبدیلیاں مختلف اوقات میں واقع ہوتی ہیں ان سے نفع کمائیں۔ جب وہ سستی ہوں، انھیں خریدیں اور نفع پر انھیں بیچ ڈالیں۔ بعض اوقات تو وہ اپنے ہی ملک کے خلاف ہنڈیاں خریدنے کے لیے فلز باہر روانہ کر دیتے ہیں بشرطیکہ قیمتیں عارضی طور پر مقام طلا پر پہنچ گئی ہوں یا اس سے بھی نیچے اتر گئی ہوں۔ سونا تو ظاہر ہے کہ اُس وقت تک نہیں برآمد کیا جائے گا جب تک کہ یہ مبادلات میں سٹھ کھیلنے والے جنھیں اصطلاح میں ہنڈی دلال کہا جاتا ہے، قلیل مدت والی ہنڈیاں حاصل کر سکیں۔ وہ ایک خاص مقام کو قریب روانہ کرنا چاہتے ہیں۔ اب جب تک کہ انھیں قلیل مدت والی ہنڈیاں مطلوبہ مقداروں میں حاصل ہوتی رہیں۔ یعنی جب تک کہ بیرونی قرضے جو خود اُن کے ملک کو وصول طلب اور فوراً قابل ادائیگی میں کافی مقدار میں موجود ہیں جو ان کے ہاتھ منتقل کیے جاسکتے اور جنھیں وہ دوسروں کو منتقل کر سکتے ہیں۔ اس وقت تک وہ سونا برآمد نہیں کریں گے۔ لہذا ابا ہر سولنے کی روانگی، خواہ اُسے روانہ کرنے والے کوئی ہوں، یہ ثابت کرتی ہے کہ دوسرے ملکوں کے نام قلیل مدت والی

ہنڈیوں کی رسید ختم ہو رہی ہے، جس ملک کو فلز بھیجا جا رہا ہے، وہاں سے سردست کوئی مطالبات باقی نہیں ہیں اور قرضداری کا توازن عارضی طور پر اس ملک کے خلاف ہے جہاں سے فلز برآمد کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا بیانات سے ایک اور نتیجہ بھی نکالا جاسکتا ہے۔ اکثر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ سونا کبھی نہیں برآمد کیا جاتا جب تک اس سے روانہ کرنے والوں کو کوئی نفع حاصل نہ ہو۔ لیکن یہ ایک بیدہی طور پر غلط خیال ہے۔ یہ بات کس قدر کثرت سے بیان کی جاتی ہے کہ ہر ملک میں مبادلہ کی شرحیں ایک ایسے نقطے پر قائم رہتی ہیں کہ کوئی شخص وہاں سونا روانہ کرنے کے نفع نہیں کما سکتا۔ لیکن اس سے غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جس سے بہت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک حد تک تو اس واقعے کا علم بے شک مفید ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ باوجود اس کے فلز کی روانگی قدرتی اور ضروری نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ دوسرے ملک کے قرضہ دار ہیں، اگر وہ

119

ہنڈیاں نہ پاسکیں تو انھیں سونا بھیجنا لازمی ہے۔ لہذا یہ دریافت کرنا کہیں زیادہ اہم ہے کہ آیا توازن قرضہ اسی جاباق ہو چکا ہے یا نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ مبادلات تو ایک طویل مدت تک ٹھیک مقام پر قائم رہیں اور کسی ہنڈی دلال کو نفع کمانے کی کوئی امید نظر نہ آئے لیکن سمجھ سہی متواتر فلز روانہ کرنا ضروری ہوتا کہ ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کی جاسکے۔ فلز کی نکاسی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے یہ غور کرنا ناگزیر ہے کہ کون سے قرضے ادا ہونے باقی ہیں۔ اس نقطے پر بار بار اور اس قدر زور کے ساتھ اصرار کرنا ایسا غیر ضروری نہیں ہے جیسا کہ ممکن ہے اکثر لوگ خیال کریں۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کے مسائل میں اجمعی جہارت رکھتے ہیں، وہ سہی متواتر ایسی زبان استعمال کرتے ہیں جو ان اصولوں سے جو یہاں پیش کئے گئے ہیں، عملاً مختلف ہوتی ہے۔ حالانکہ نظری طور پر لوگ ان اصولوں سے فوراً اتفاق کر لیتے ہیں۔

مبادلات کے کاروبار پر نفع کمانے کا سوال بہت تنگ حدود کے اندر لایا جاسکتا ہے۔ مضمون کو اصلی طور پر سمجھنے کے لیے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اسے ان حدود سے باہر لے جایا جائے بلکہ اس سے تو قدرتی اسباب کا سیدھا سادہ عمل اور نظروں سے پوشیدہ ہوجانا ہے۔ نفع بالعموم وہی لوگ کما سکتے ہیں جو ہنڈیاں پیشگی خرید لیتے ہیں کیونکہ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ ہنڈیوں کی طلب ان کی رسد سے متجاہد کر جانے کی توقع ہے۔ چنانچہ جب آگے چلکر اصلی خریدار جنھیں اپنی زمین روانہ کرنے کے لیے ہنڈیوں کی ضرورت ہوتی ہے، بازار میں داخل ہوتے ہیں

تو ان کے ہاتھ اعلیٰ قیمتوں پر ہنڈیاں فروخت کی جاتی ہیں۔ اور اگر مبادلات مقام تسلط پر پہنچ جائیں، تب بھی نفع کمایا جاسکتا ہے، گو ایک محدود پیمانے پر سہی۔ ایسا نفع کمانے والے لوگ وہ ہیں جو اپنے ہی اداروں جیسے ادارے غیر ملکوں کے شہروں میں قائم کر رکھتے ہیں اور اس غرض کے لئے ایک خاص انتظام بنا رکھتے ہیں، جس کی بدولت وہ کمیشن ادا کرنے سے بچ جاتے اور ان کے مصارف گھٹ جاتے ہیں۔ اسی طور پر اصلی تاجروں یا صنایعوں کے مقابلے میں جنھیں رقمیں روانہ کرنا پڑتا ہے، یہ لوگ زیادہ ارزاں خرچ سے فلز روانہ کر سکتے ہیں۔ وہ سونا روانہ کرتے ہیں اور انکی بنا پر ہنڈیاں بھی جائیں، انھیں ان اشخاص کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں جنکو ہاں رقمیں روانہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ سہولت ہیا کرنے کے معاد حصے میں خود تنخواڑا سا نفع کھا لیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ محض ایک تفصیلی بات ہے۔ اور جہاں تک مبادلات اور ان کو معین کرنے والے اصولوں کا تعلق ہے، یہ ایک بالکل غیر اہم بات ہے کہ آیا غیر ملکوں کے دیندار — یعنی مال درآمد کرنے والے تجارت میں اشخاص یا صارفین — خود سونا روانہ کرتے ہیں یا ہنڈی دلاؤں اور فلز کے بیوپاریوں کو کچھ تنخواڑا سا نفع ادا کرتے ہیں۔ یہ لوگ سونا کثیر مقداروں میں روانہ کرتے ہیں اور اس کی بنا پر ہنڈیاں لکھ کر ان اشخاص کے ہاتھ فلز فروخت کرتے ہیں۔ جنھیں رقمیں روانہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

صرف بالکل غیر معمولی حالات میں ایسا ہوتا ہے کہ طلا کی روایتیوں پر بہت زیادہ نفع حاصل ہو اور یہ بھی صرف اس حالت میں جبکہ وہ ملک جہاں سونا روانہ کیا جائے بہت دور دراز فاصلے پر واقع ہوں جو لوگ اپنی ذہانت سے بروقت سونا روانہ کر دیتے ہیں یا قبل اس کے کہ دوسرے اس کو ضروری سمجھیں، خود سونا بھجوا دیتے ہیں، وہ یوں فائدے میں رہتے ہیں کہ انھیں مقام تسلط سے گری ہوئی قیمت پر ہنڈیاں دستیاب ہو جاتی ہیں، کیونکہ ہنڈیاں بیچنے والوں کو اس بات کی شدید ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے ہم قدر رقم فوراً وصول ہو جائے۔ ورنہ جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے، یہ ایک بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ ایسی ہنڈی بیچنے والا — بجائے اس کے کہ دوسروں کو جو پیش بندی کر کے پہلے سے اس مقام پر فلز بھجوا چکے ہیں، نفع کمانے دے جو درحقیقت اس کے نقصان کے مرادف ہے — خود اپنی ہنڈی وہاں نقد ہونے کے لیے بھجوا دے گا اور چند سے انتظار کر کے شکل طلا کی قیمت وصول کر لے گا۔ جہاں فوری عمل اور فوری حمل و نقل کا مکان ہے، جیسا کہ لندن اور پیرس کے درمیان، وہاں سونے کی روایتیوں پر شکل ہی سے کچھ نفع کمایا جاسکتا ہے

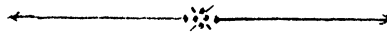
سبحر اس نفع کے جو مصارف میں کفایت کر کے حاصل کیا جائے۔ صرف وہ لوگ جو اس غرض کے لیے خاص انتظام کر رکھتے ہیں، نفع کما سکتے ہیں اور ان کا یہ نفع و حقیقت ایک قسم کا کمیشن ہے جو قوم کے دوسرے افراد کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ ہاں جہاں فاصلہ زیادہ ہو وہاں نفع کمانے کی بہت زیادہ گنجائش موجود ہوتی ہے۔ مثلاً جہاں ہنڈیوں کو قدرتی طور پر نکلنے کی شکل میں تبدیل ہونے کے لیے کئی جیسے لگ جائیں، وہاں یہ ممکن ہے کہ جو لوگ فوراً اسکے ادا کرنے کا ذمہ لے سکیں وہ اکثر اپنی شرائط منوا سکیں۔

پس جن حدود کے اندر اندر مبادلات کی قدرتی رفتار میں ہنڈی دلالوں کے عمل و فعل سے کوئی رکاوٹ یا تیزی پیدا کی جاسکتی ہے، وہ کافی طور پر واضح ہیں۔ اگر کسی دور دراز ملک میں مبادلات بہت تیز کر رہے ہوں، اس طور پر کہ اگر انھیں اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ شاید مقام طلا سے بھی نیچے گر جائیں کیونکہ بد نصیب ہنڈی کھنے والے اس قابل نہیں ہیں کہ خود سونا آئے تک انتظار کریں بلکہ انھیں فوراً اپنی رقموں کی ضرورت ہے تو ایسی صورت حال کو بہت کچھ بدلا جاسکتا ہے، اگر سیر و ہنڈیوں کا سٹھ کھیلنے والے اس واقعے کو پہلے سے بھانپ لیں اور پیش بندی کر کے پہلے ہی طلا باہر روانہ کر دیں، اس طور پر وہ اپنے لیے واجب نفع کمائیں گے لیکن ساتھ ہی ہنڈی کھنے والوں کو کس زیادہ بڑے نقصان سے محفوظ رکھیں گے۔ یہ ایسے امور ہیں جنہیں سمجھنا اور چھی طرح ذہن نشین کرنا ضروری ہے کیونکہ کسی خاص وقت میں کسی خاص ملک کے مبادلات کی توجہ کے لیے ان کا لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان کی وجہ سے قدر کے ان عناصر کی صحت میں جو اصولاً ہنڈیوں کی قیمت معین کرتے ہیں، بہرگز کوئی فرق نہیں آسکتا۔

ان عناصر میں، جبکہ بارہا بتایا جا چکا ہے، سب سے زیادہ اہم اور بنیادی عنصر تو ازان و رضداری دا اپنے وسیع ترین مفہوم کے مطابق ہے کیونکہ تقریباً ہر ایسی صورت میں جہاں مبادلات خارجہ سے سروکار ہو، اس کا ضرور کم و بیش دخل رہتا ہے، لیکن مبادلات خارجہ کے تیز رفتاری کی توجہ کرنے والے کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اس ایک خاص وجہ سے پیدا ہونے والی کئی بیہوشیوں کے کچھ حدود ہیں۔ اُسے چاہئے کہ شروع مبادلات کی ان خاص علامتوں کو یاد رکھے جو زر کے اختلافات کی طرف اشارہ کرتی اور دوسرے ظل ڈالنے والے اسباب سے بالکل جداگانہ ہوتی ہیں۔ در آمد یا برآمد کی افراط کے باعث واقع ہونے والے تیز رفتاری معمولاً چند حدود کے اندر محدود رہتے ہیں لیکن اختلافات زر کی بدولت واقع ہونے والے تیز رفتاری کی خصوصیت ہے کہ وہ ان حدود سے آگے

بہت دور تک پھیل جاتے ہیں، نیز ان کی حرکتیں بہت زیادہ بے قاعدہ اور بے ترتیب ہوتی ہیں۔ اسی طرح اُسے چاہئے کہ اعتبار یا عدم اعتبار کے اثر کو بھی نہ سمجھو لے۔ اور کسی وحشت اور خوف زدگی کے وقت یا کسی اور عارضی بے سحر و سگی کی حالت میں ہنڈیوں کی فروخت پر جو بٹہ کٹے، اُسے فطلی سے یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ وہ کسی مخالف توازن تجارت یا کسی کم قدری زر کا نتیجہ ہے۔ خرید برآں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مبادلات کی یکساں تبدیلیاں، خواہ وہ اوپر کی جانب ہوں یا نیچے کی جانب، مختلف ملکوں میں شرح سود کی حالت کا پرتو ہو سکتی ہیں اور یہ نہ صرف یورپ، ایشیا اور آسٹریلیا کی حالت میں بلکہ خود ان ممالک ہنڈیوں کی حالت میں بھی پہلی قسم کی ہنڈیوں کی قیمتوں میں جو تغیرات واقع ہوتے ہیں، اگر وہ عندالطلب ہنڈیوں کے تغیرات سے جدا گانہ ہوں، تو اُس حالت میں وہ سراسر قدر زرا اور اعتبار کے اثر سے معین ہوتے ہیں اور دوسری قسم کی ہنڈیوں کے تغیرات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اعلیٰ یا ادنیٰ شرح سود کی وجہ سے سرمایہ ایک ملک سے دوسرے ملک کو منتقل ہو رہا ہے۔ سب سے زیادہ عام واقعہ جس کا پتہ مبادلات سے چلتا ہے یہ ہے کہ کسی غیر ملک کے نام ہنڈیوں کی جو طلب ہے، وہ کس قدر شدید ہے، خواہ اس طلب کے منور ہونے کی غرض کچھ ہی ہو۔ ظاہر ہے کہ اس طلب کی آیا یہ وجہ ہوگی کہ سرمایے کی کچھ مقدار اس ملک کو روانہ کی جائے تاکہ وہاں اسے اعلیٰ شرح سود پر لگایا جائے یا اس کی یہ غرض ہوگی کہ وہاں کوئی قرضہ ادا کیا جائے۔ اعلیٰ شرح سود کے اثر سے سرمایہ دوسرے ملکوں کی طرف کھینچ کر آئے لگتا ہے اور اس میدان کا اثر اور مبادلات میں دکھائی دیتا ہے۔ مبادلات کا تعلق جس قسم کے معاملات سے ہوتا ہے، اگر ان پر ایک بہت ہی ابتدائی نظر ڈالی جائے اور یہ واقعہ خوب ذہن نشین کر لیا جائے کہ بیرونی ہنڈیاں، جنکی قیمتوں کو اس قدر اہمیت دیکھتی ہے، محض چند آلات ہیں جنکے ذریعے سے مختلف ملکوں کے مابین رقمیں ادا کی جاتی ہیں تو پھر فوراً یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہم انہی ہنڈیوں کی قیمتوں کو دیکھ کر یہ بتا سکتے ہیں کہ کس وقت کے ساتھ سرمایہ کسی خاص مقام کی طرف اُٹل ہے نیز یہ کہ جو مال بھی اُسکی روانی پر اثر انداز ہوگا، خواہ وہ اُسکی روانی میں رکاوٹ پیدا کرنے والا ہو یا اُسے اور زیادہ تیز بنانے والا ہو، اس کا اثر نیز کسی فطلی کے احتمال کے ان نام نہاد مخرج مبادلہ کے تغیرات میں نظر آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ شرح سود کے تغیرات اور مبادلات خارجہ کی تبدیلیوں کے درمیان بہت ہی گہرا تعلق قائم رہتا ہے جس کی بنا پر ایک مدت سے یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ وہ من جملہ ان ابتدائی اصولوں کے ایک اصول ہے جنہیں مسائل زر کے مطالعے میں پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

## چھٹا باب



مبادلات خارجہ کے نام نہاد سلاخوں پر ایک تبصرہ

گزشتہ باب میں ہم مبادلات خارجہ کی توجیہ کے مضمون پر غور کرنے میں مصروف رہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے مطالعے سے جو نتائج حاصل ہوں ان سے کس حد تک عملی طور پر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ جس طرح یہ فقرہ عام ہو گیا ہے کہ مبادلات خارجہ ”موافق“ ہیں یا ”ناموافق“ اسی طرح یہ کہنے کا رواج پڑ گیا ہے کہ مبادلات خارجہ کو ”درست“ کیا جاسکتا ہے لیکن یہ فقرہ بھی بالکل اسی طرح قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ اس کی صحت کا انحصار اس بات پر ہے کہ جس چیز کو درستی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس کے متعلق ہم کیا رائے قائم کرتے ہیں، آیا اُسے پسندیدہ سمجھتے ہیں ناپسندیدہ۔ بہر صورت یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ جس چیز کو درحقیقت درست کرنا ہے، وہ مبادلات کی واقعی کیفیت نہیں بلکہ وہ صورت حال ہے جس نے یہ کیفیت پیدا کی۔

ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ زر کے نقطہ نظر سے جو صورت حال ناموافق سمجھی گئی، وہ نتیجہ تھی تجارت کے ایک خاص ڈھب کا یا ادائیگی رقم کے خاص انتظامات کا۔ اگر یہ ڈھب بدل دیا جائے یا ادائیگی رقم کے دوسرے انتظامات کئے جائیں تو قدرتی طور پر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ان کا عمل مخالف سمت میں ظاہر ہو گا۔ اس لیے اگر یہ ناموافق صورت حال بہہ آکر لے والے اسباب کا

صحیح تخیل حاصل ہو جائے تو پھر یہ بالکل ممکن ہے کہ ہم براہ راست یا بالواسطہ طور پر اس کا کوئی اصلاح کریں، بشرطیکہ ایسا اصلاح مقصود ہو۔ یہ الفاظ دیگر گویا ہم سونے کی برآمد کو روک سکتے ہیں۔ اب جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، سونے کی یہ برآمد نتیجہ ہوگی یا تو نصفیہ قرضداری کا یا قدر زر کے اختلافات کا یا خود اختلافات زر کا۔ اگر وہ نتیجہ ہے اس آخری سبب کا تو اس صورت میں مبادلات خارجہ کی ناموافقیت گویا اترے ہوئے زر کی وجہ سے ہوگی اور اس لیے ان کی درستگی کا مسئلہ بہت وسیع ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے لیے جیسے یہ دریافت کرنا پڑے گا کہ جب ایک مرتبہ زر اتر جاتا ہے تو پھر کیونکر اس کی اصلاح کی جاسکتی اور دوبارہ توازن قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس مضمون کا مبادلات خارجہ کے ساتھ قریبی تعلق گزشتہ باب میں امریکہ کی مثال کی تفصیل کے ساتھ واضح کیا گیا تھا۔ لیکن یہ کہو موجودہ کتاب کے حدود سے بہت دور باہر نکلنے پڑے گا اگر ہم مبادلات خارجہ کے ان نام نہاد علاوہ پر بحث کرتے کرتے سارے مسئلہ زر کے میدان میں قدم لکھ دیں گے۔ اس لیے صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ من جملہ ان علاوہ کے ایک یہ بھی ہے کہ اتر اہواز دوبارہ اپنی سابقہ حالت پر عود کر آئے۔ اب لہی یہ بات کہ کیونکر یہ عود عمل میں آئے اس تحقیق میں پڑنے کی ہیں ضرورت نہیں ہے ہم اپنی بحث کو صرف ان صورتوں تک محدود رکھیں گے جہاں ”ناموافقیت“ صورت حال ان اسباب کا نتیجہ ہوتی ہے جن کا تعلق دو ملکوں کی باہمی قرضداری سے، یا ہر ایک میں زر کی اضافی قدر سے ہوتا ہے۔ یہ الفاظ دیگر جہاں کمی بیشیاں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ یا تو مسمولی توازن تجارت میں کوئی گڑبڑ واقع ہوئی ہے یا شرح سود میں کوئی بڑھاؤ یا اتار واقع ہوا ہے۔

127

عام طور پر یہ دو اثرات یہ یک وقت دو مختلف سمتوں میں عمل کرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ جس ملک پر غیر ملکی لین دینوں کی بہت زیادہ رقمیں واجب الادا ہوں، وہاں زر گراں اور کم یاب ہوگا اور جس ملک سے بہت زیادہ مال و اسباب برآمد کیا گیا ہو، وہاں زر کی کثرت ہوگی۔ اور جس حصے سے بیرونی قرضے ادا کرنے کے لئے طلبا باہر جا رہا ہو، اس کی طرف اعلیٰ شرح سود کے اثر سے زر کچھ کھینچ کر آئے لیکن گے گا۔

جو ملک سب سے زیادہ دین دار ہو، اس کے نام پر بھی ہوئی جنڈیاں فروخت کرنے میں مخالف توازن تجارت کی وجہ سے جس حد تک کہ اس کی قوت پھیل سکے، وقت پیش آئے گی۔ اور ایسا ملک طلبا برآمد کرنے پر مجبور ہوگا۔ لیکن چوہنی ملک سے طلا کی نکاسی ہونے لگے یا اس کی نکاسی کے آثار پیدا ہوں، وہاں عام طور پر شرح سود بلند ہو جاتی ہے جس کے اثر سے اس ملک کے نام پر

128

کھی ہوئی ہنڈیوں کی طلب دوبارہ تازہ ہو جاتی ہے اور دوسرے ملکوں میں ان ہنڈیوں کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں کیونکہ جس بازار میں سرمایے کی قدر سب سے اعلیٰ ہے وہاں سرمایہ روانہ کرنے کے ذرائع مہیا کرنے کی خواہش عام ہوگی۔ مثلاً ۱۸۷۱ء میں انگلستان امریکہ کا بہت زیادہ قرضدار بن گیا تھا (جو روٹی اور اناج کی کثیر درآمد کا نتیجہ تھا)۔ اس کی وجہ سے نیویارک میں انگریزی ہنڈیوں کی قیمت گر گئی اور ریاست ہائے متحدہ کو طلا کی روانگی ناگزیر ہو گئی۔ لیکن اس صورت حال کی بدولت انگلستان میں شرح سود جو بلند ہو گئی تو امریکہ کے بنکدار اس کی طرف ایسے مائل ہوئے کہ انگریزی ہنڈیوں کی قیمت بڑھتے بڑھتے مقام طلا تک پہنچ گئی اور بالآخر ان کا میلان برہانگہ بڑھا کہ انہوں نے فلز بھی روانہ کیا۔

مذکورہ بالا بیاباں سے یہ بات برہی معلوم ہوتی ہے کہ جب مبادلات صرفی طور پر کسی ملک کے خلاف ہو جائیں اور یہ محسوس کیا جائے کہ توازن تجارت اس کا سبب ہے تو پھر دوبارہ توازن عود کر آنے کی صورتیں دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ برآمد میں اضافہ اور درآمد میں تخفیف ہو، دوسرے یہ کہ شرح سود بلند کر دی جائے۔

اگر درآمد کی مالیت برآمد کی آمدنی سے زیادہ ہو اور اس زائد رقم کی ادائیگی کچھ مدت تک جاری رہے تو یہی طور پر اس توازن کی تلافی صرف یوں ہو سکتی ہے کہ مزید ذمہ داریاں سپرد کرنا موقوف کر دیا جائے یعنی تجارت کا ڈسب بدل دیا جائے۔ اگر کوئی قوم غیر محدود اعتبار سے فائدہ اٹھا کر زیادہ مال درآمد اور صرف کرے اور نسبتاً کم مال برآمد کرے اور اس وجہ سے کم کمائے اور قرضدار بن جائے تو پھر اس صورت حال سے بچ نکلنے کی صرف یہ ترکیب ہے کہ وہ کم صرف کرے یا زیادہ پیدا کرے۔ لیکن اگر یہ عدم مطابقت صرف عارضی ہے اور صورت حال یہ ہے کہ وہ سال کے پہلے چھ مہینوں میں تو صرف زیادہ اور پیدا کم کرتی ہے اور دوسرے چھ مہینوں میں زیادہ برآمد اور کم درآمد کرتی ہے تو پھر یہ ممکن ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کی طرح جسے آئندہ آمدنی حاصل ہونے کی توقع ہے، روپیہ ترس لیکر اس وقت میں کام چلائے۔ بہت اعلیٰ شرح سود پیش کر کے وہ یا تو اپنے لین داروں کو مہیا و قرض میں توسیع کرنے پر آمادہ کر سکے گی، یہاں تک کہ قدرتی رفتار حالات کی بدولت آگے چل کر برآمد میں اضافہ ہو جائے اور جو کچھ تقابلاً تھا، وہ ادا ہو جائے یا کسی فریق ثالث کو ترغیب دے سکے گی کہ وہ اسے روپیہ قرض دے۔ اگر کوئی ملک درحقیقت اپنے وسائل سے زائد خرچ کر رہا ہو تو ایسی حالت میں قرضہ لینے سے اور خرابی بڑھ جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ اس طرح حتمی خطرہ کچھ مدت کے لیے

129

نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی قدر زر کا بہت اعلیٰ ہو جانا ایک لحاظ سے بہت پسندیدہ ہے۔ کیونکہ قدر زر کا جواز عام قیمتوں پر پڑتا ہے (اُن شہور اصولوں کے مطابق جو ان دونوں کے باہمی تعلق پر اثر انداز ہوتے ہیں) اس کے مطابق یہ بات قرین قیاس ہے کہ اشیاء درآمد میں، اور اس وجہ سے قرضہ داری کی مقدار میں، تخفیف واقع ہو۔ لیکن جس بالفعل سب سے زیادہ جس چیز سے سروکار ہے، وہ یہ تحقیق کرنا ہے کہ اعلیٰ شرح سود کا اُن حالات میں جن سے ہمیں معمولاً زیادہ مسابقت پڑتا رہتا ہے کیا اثر پڑتا ہے۔ ان حالات سے مراد ایسے عارضی تغیرات اور فوری حادثات ہیں جیسے کہ کسی فصل کے ضائع ہو جانے سے یا کوئی عام قومی فنول خرچی کا دور آ جانے سے (جو قیمتوں کے ایک خطرناک اضافے پر جا کر ختم ہوتا ہے) یا غیر معمولی طور پر کثیر جنگی مصارف کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں۔ ان حالات میں جبکہ ملک کے وسائل پر کچھ دیر کیلئے تباہی آجاتی ہے اور اس کے قرضوں میں خوب اضافہ ہو جاتا ہے، یہ بات بہت ہی پسندیدہ ہے۔ بلکہ قطعی طور پر ناگزیر ہے کہ نہ صرف ملک کار اور تاجر بلکہ عام سبک بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ اعلیٰ شرح سود کی بدولت کس قدر فوری اور موثر مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسی صورت حال کا ایک قدرتی نتیجہ ہے۔ وہ لوگ بڑی غلطی پر ہیں جو ایسی شرح سود کو ناقابل برداشت کہتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اُس کی وجہ سے اُن نقصانات اور مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے جو قوم کے تجارت پریش طبعے کو ان حالات میں پیش آ پاتے ہیں۔ کیونکہ نظری طور پر یہ بات صاف واضح ہے (اور واقعات نے عملی طور پر اس نظریے کی خوب توثیق کر دی ہے) کہ اگر کسی وقت اُن عارضی ناگہانی حادثات میں سے جھکی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے، کسی حادثے کی وجہ سے سونا برآمد ہونے لگے اور اندیشہ پیدا ہو جائے کہ یہ برآمد اُس مقدار سے تجاوز کر رہی ہے جو بہ آسانی چھوڑی جاسکتی ہے، نیز یہ محسوس ہونے لگے کہ جس رفتار سے سرمایہ بازار نکلا جا رہا ہے اُس سے اتنی قلت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے کہ ملک کا معمولی کاروبار چلتا دستوار ہو جائے، تو اس صورت حال کا اس سے زیادہ موثر علاج کوئی نہیں کہ غیر ملکوں کو یہ ترغیب دی جائے کہ وہ پھر اس چیز کو میسر کر دیں جو جہاں سے ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ملک میں سرمایے کا داخلہ شروع ہو جائے تاکہ وہ اُس سرمایے کی جگہ لے سکے جو کسی اور مقام کی شدید ضرورت کے زیر اثر کچھ مدت کے لیے ملک سے چلا جا رہا ہے۔ اور یہ سرمایے کا داخلہ صرف اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ اُس کے سامنے اعلیٰ شرح سود کے فوائد پیش کئے جائیں۔ یعنی خود وطن میں اُس پر جو شرح سود مل سکتی ہے

اُس سے یہ شرح اعلیٰ ہو، نیز وہ اُن تمام مصارف کی تلافی کرنے کے لئے کافی ہو جو سرمایہ دار کو اپنا سرمایہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کرنے میں لاحق ہوتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ آیا یہ ترغیب اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے کافی قوی ہے، اس کا تہا سبادلات خارجہ سے جو علامات ظاہر ہوں، اُن سے فوراً لگ جائے گا۔ اگر جس ملک میں سود اعلیٰ ہو، اُس کے نام کی ہنڈیاں بڑھتی چلی قیمتوں پر بھی خوب طلب کی جائیں تو اس سے یہ بات ظاہر ہوگی کہ اعلیٰ شرح کی ترغیب اپنا اثر کر رہی ہے جب اہل انگلستان بڑی بے چینی سے اس بات کو دیکھ رہے تھے کہ اُن کا سونا ہر جیسے جہازوں پر لگے کہ امریکہ کی طرف جارہا ہے اور انھیں یہ بتایا گیا کہ وہ اپنی تسلی کے لیے یورپی مبادلات کو دیکھیں، جن کے متعلق یہ کہا گیا کہ اب وہ ہمارے موافق ہوتے جارہے ہیں، تو اس تمام صورت حال کا مطلب یہ تھا کہ اہل یورپ اب زیادہ شوق کے ساتھ انگریزی ہنڈیوں کے خواہاں ہو گئے ہیں۔ اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ انگلستان رقمیں روانہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور یہ کہ سرمایہ یورپ سے ہماری طرف کو آ رہا ہے۔ جس قدر ہنڈیوں کی قیمت بڑھتی ہے، اُسی قدر مقامِ تسلطاً قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخیں رقموں کی روانگی ہنڈیوں کے ذریعے سے نہیں بلکہ سونے کی شکل میں ہونے لگتی ہے۔ انگلستان رقمیں روانہ کرنے کی غرض سے ہنڈیاں خریدنے کا اثر عملی طور پر بالکل وہی ہے جو سونا جہاز پر لاکر روانہ کرنے کا ہے کیونکہ ہر انگریزی ہنڈی جو کسی یورپی سرمایہ دار کے قبضے میں ہو، اُسے یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ ہم سے سونا وصول کرے۔

کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم نے شرح سود کے اضافے کا اس طور پر ذکر کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید زر کو مصنوعی طور پر گراں بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن عیساکہ پیسے ہی بنایا جا چکا ہے، واقعہ یہ ہے کہ جہاں سے طلبہ کثرت خارج ہونے لگے، وہاں شرح سود قدرتی طور پر بلند ہو جائے گی۔ فلز جہازوں پر لگے کہ باہر چلے جانے سے اُس کی کوئی واقع ہوگی، وہ خود بخود شرح سود کو بلند کرنے کی طرف مائل ہوگی۔ اور بنک کار ادارے خود اپنے مفاد کی خاطر (جو پبلک کے مفاد کے مرادف ہوگا) جہاں تک اُن کے اختیار میں ہو، جلد یہ نتیجہ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہمارا استدلال بہت سچیدہ ہو جائے گا اگر اس نوبت پر ہم یہ بحث شروع کر دیں کہ آیا جو چیز فلز برآمد ہونے سے کم ہو جاتی اور اعلیٰ شرح سود کے لالچ سے واپس لائی جاسکتی ہے، وہ سرمایہ ہے یا زر۔ فواہ وہ کچھ ہی ہو، اعلیٰ شرح سود کی وجہ سے نفع کمانے کا موقع پیدا ہو جاتا ہے، اُسے کوئی نہ چھوڑے گا۔ اگر کوئی ملک اپنے قرضے ادا کرنے کے لیے طلبہ برآمد کر رہا ہے تو وہ گویا اپنے سرمایے کا ایک جزو باہر بیچ رہا ہے۔ اور بیرونی بنک کار

جو انگریزی ہنڈیاں خریدنے کے لیے سونا بیچتے ہیں وہ ہمارے لیے عارضی طور پر سرمایہ مہیا کر رہے ہیں تاکہ وہ باہر جانے والے سرمایے کی جگہ لے سکیں۔ ساتھ ہی جو فلز واقعی طور پر آمد ہو جاتا ہے، اس سے ملک کے زر میں نقصان آتا ہے اور جو سونا بیہ دنی ملکوں سے درآمد ہوتا ہے، اس سے اس نقصان کی پابجائی ہو جاتی ہے۔ دونوں صورتوں میں جو چیز درحقیقت دوسرے ملکوں سے سونا بیچنے والے کا موثر سبب ہوگی، وہ اعلیٰ شرح سود سے نفع کمانے کے مواقع ہوں گے۔

133

نام نہاد ناموافق مبادلات کے جس علاج پر ہم بحث کر رہے ہیں، اس کی اثر اندازی کا بہت ہی کامل امتحان اس وقت سے ہوا ہے جب سے کہ انگلستان بینک نے اپنی کمترین شرح سود میں بد نسبت ساہاے گرومنٹ کے زیادہ ملے اور زیادہ وسیع تبدیلیاں کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس سے یہ نہ فرض کر لیا جائے کہ انگلستان بینک خود زر کو گراں یا ارزا بنا سکتا ہے۔ اس کا قانون منظور ہونے سے پہلے جب کہ بینک کو غیر محدود اجرائی کا حق حاصل تھا، بازار زر پر یقیناً اس کا بہت بڑا اثر تھا لیکن اب جبکہ اس کے وسائل کسی اور ادارے کے وسائل کی طرح بہت سختی سے محدود کر دیئے گئے ہیں، تو اس کی قوت، زر کو گراں یا ارزا بنانے کے بارے میں، خود اس کے اپنے نوٹوں کے ذخیرے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اب طلب کے حالات جس شرح کے متفقین ہیں، اس سے ارزاں شرح پر وہ بے بلک کو یہ نوٹ قرض دیکر صرف چند دنوں یا ہفتوں کے لئے زر کی قیمت کو ادنیٰ رکھ سکتا ہے۔

134

بینک کی کمترین شرح میں جو تبدیلی کی جاتی ہے، اس کی اصلی اہمیت یہ نہیں ہے کہ اس سے بازار زر پر بینک کی قوت ظاہر ہوتی ہے بلکہ اس سے بازار زر کے حالات کا پتا چلتا ہے۔ کمترین شرح معین کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ بے بلک کے حق میں عملاً بیشتر شرح بن جاتی ہے۔ اچھے سا کہ والے اشخاص کے لیے تقریباً ہمیشہ یہ ممکن ہے کہ بینک کی شرح سے کسی قدر کم پر وہ پیسہ حاصل کر لیں نتیجہ اس کا یہ ہے کہ طلب بڑھنے کا دباؤ بالعموم سب سے آخر میں انگلستان بینک کو محسوس ہوتا ہے۔ پس بینک کی شرح بڑھنے کے بالعموم یہ معنی ہیں کہ اس سے پہلے ہی دوسرے تمام ذرائع پر چہاں سے روپیہ حاصل کیا جا سکتا ہے، دباؤ بڑھ چکا ہے اور طلب کا اثر آخری ذخیرہ محفوظ بینک پر پہنچ چکا ہے۔ بعض اوقات اندرونی اسباب یا خوف کی بنا پر بھی بینک اپنی شرح بڑھا سکتا ہے، لیکن بالعموم شرح بڑھنے سے وہی نتیجہ نکالا جاتا ہے جس کا ہم نے اوپر فاکہ پیش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیرونی سرمایہ دار واقعی طور پر انگلستان بینک کی کمترین شرح کے تغیرات کو بڑی اہمیت

دیتے ہیں۔ وہ بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ یہ تین برات قیمت زر کو قابو میں رکھنے کی کوشش کا نتیجہ نہیں، بلکہ وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ قدر زر میں کیا تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں۔

135 واقعہ یہ ہے کہ جب کبھی بنک کی شرح بڑھ میں اضافہ ہوا ہے اس کے بعد ہی مبادلات پلٹ کر انگلستان کے موافق بن گئے ہیں اور اس کے برعکس جو پہلی شرح سود گھٹا دی گئی ہے مبادلات کی موافقت کم ہو گئی ہے۔ یعنی پہلی حالت اس بات کی علامت ہے کہ انگلستان کے نام کی ہنڈیاں طلب کی جا رہی ہیں تاکہ مروجہ شرح سے فائدہ اٹھانے کے لیے یہاں سرمایہ بھیجے گا ذریعہ مل سکے۔ دوسری حالت اس کا رد عمل ہے یعنی بیرونی شہروں کے نام کی ہنڈیاں یہاں طلب کی جا رہی ہیں تاکہ یہ سرمایہ واپس بھیجا جاسکے یہی مطلب دوسری طرح سے ہوں اور کیا جاسکتا ہے کہ پہلی مثال میں یہاں بیرونی راجدھانوں کے نام کی ہنڈیوں کے خریدار بہت کم ہیں کیونکہ بیرونی لین دار اپنے انگریزوں داروں کو مہلت دیتے اور اپنی رقمیں کیلئے کچھ اودانڈا کرنا پسند کرنے سے ہیں تاکہ اس آئنائیں نفع بخش انگریزی شرح سے سود کمائیں۔ دوسری مثال میں جبکہ یہ شرح گھٹا دی جاتی ہے بیرونی لین دار یہ دیکھتے ہیں کہ اگر وہ ہم سے ابھی اپنے مطالبات وصول نہ کریں تو انھیں کوئی فائدہ ملنے والا نہیں لہذا جو کچھ حسابات باقی ہیں ان کی کچھ کوئی کے طالب ہوتے ہیں۔

سرمایے کو اپنی طرف مائل کرنے پر اعلیٰ شرح سود کا جو عام اثر پڑتا ہے اس وجہ سے مبادلات خارجہ پر اس کا جو عمل ہوتا ہے ان باتوں کو وہ لوگ بھی جو بنک کاری کے کاروبار کی تفصیلات سے واقف نہیں ہیں، بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں لیکن اسی سبب کا ایک اور نتیجہ بھی ہے جس کی نوعیت زیادہ فنی ہے۔

136 یہ یاد ہو گا کہ ہر ملک کی مجموعی قرض داری کا ایک بڑا جزو عام طور پر ایسی ہنڈیوں کی شکل میں موجود ہوتا ہے جو ابھی کچھ مدت تک چل سکتی ہیں۔ اب یہ ہنڈیاں شاذ ہی ہنڈی کھنڈے والوں کے ہاتھوں میں رہتی ہیں۔ بلکہ وہ کچھ تو فوری ادائیگی رقوم کے لیے اُس ملک کو بیچ دی جاتی ہیں جہاں وہ قابل ادائیگی ہیں اور کچھ انھیں ایسے بنک کار یا سرمایہ دار خرید لیتے ہیں جو اپنا روپہ ان میں مشغول رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ان کی تاریخ اجرائی اور تاریخ ادائیگی کے درمیان جو وقفہ گزرتا ہے، اس میں انھیں کچھ سود حاصل ہو جائے۔ یہ سود ہنڈیوں کی ارزوں کی قیمت کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی ہنڈی تاریخ ستر سے تین ماہ بعد قابل ادائیگی ہے تو اس کی قیمت بنک کار اور دیگر لوگ وہ ایک صدی طلب ہنڈی کی قیمت سے تین ماہ کا سود منہا کرنے کے بعد جو پچھ اس کے مساوی

ہوگی۔ اور یہ سو د اُس ملک کا نہ ہو گا جہاں ہنڈی کبھی گئی ہے بلکہ اُس مقام کا ہو گا جہاں وہ قابل ادائیگی ہے۔ کیونکہ جب تک خریدار بیرونی ملک میں وہاں کی مرو جو شرح سے ہنڈی پر پٹنہ کاٹے، اُس وقت تک وہ ایک عمداً الطلب ڈرافٹ کی طرح فوراً قابل وصول نہیں بنتی۔ اور ہنڈی بکھنے والا اپنی ہنڈی کی قیمت سے یہ منہائی اُمسی شرح سے بغیر نقصان کے برداشت کر سکتا ہے، کیونکہ وہ بیرونی قبولنے والے کو ادائیگی سے پہلے تین مہینے کی ہجرت دے کر جب تک ہنڈی کی واقعی ادائیگی سے قرضہ مباح ہو جائے، اُس سے تباہی سود وصول کر لے گا جتنا کہ خود ہنڈی کی قیمت میں اسے کھوٹا پڑنا ہے۔ چنانچہ جب سرمایہ مشغول رکھنے کے لیے بیرونی ہنڈیاں خریدی جاتی ہیں تو مقصد یہی ہوتا ہے کہ اپنے وطن کی مرو جو ادائیگی شرح کی بجائے کسی بیرونی ملک کی اعلیٰ شرح سے نفع کمایا جائے اور یہ بہت ضروری ہے کہ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے۔ کیونکہ جو رجحان ابھی بیان ہوا ہے اُس کے متعلق یہ سبھر وساکیا جاسکتا ہے کہ اگر کسی ملک میں جس کا ساکھ بے عیب ہے شرح سود خاص طور پر اعلیٰ ہو جائے تو وہاں وہ ہمیشہ مل پذیر ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہنڈیوں کے وہ خریدار جنہیں ہم تمہیں باز کہہ سکتے ہیں، جو سود حاصل کر سکتے ہیں، وہ دو شرحوں کے مین بین ہوتا ہے: ایک اس ملک کی شرح جہاں ہنڈی خریدی گئی ہے، دوسرے اس ملک کی شرح جس کے نام پر ہنڈی کبھی گئی ہے۔ کیونکہ مسابقت کی وجہ سے فروشنده اس قسم کے منافع کا ایک جزو خود حاصل کر سکتا ہے۔ اگر جرمی کی شرح ۳ فی صد اور انگلستان کی شرح ۵ فی صد ہو تو جن لوگوں کے پاس انگلستان کے نام کی تین مہینے والی ہنڈیاں موجود ہیں، وہ ۵ فی صد بٹے پر راضی ہونے کے لیے مجبور نہ ہوں گے حالانکہ ابتدائی اصولوں کے مطابق اسی شرح سے بٹہ کٹنا چاہئے۔ بہت سے اشخاص ایسے ملیں گے جو وطن کی اعلیٰ ترین شرح کے مقابلے میں خود ایک فی صد زیادہ کمانے کے خیال سے بجائے ۵ فی صد کے جو قدرتی شرح معلوم ہوتی ہے، ۴ فی صد سے زیادہ منہائی کا سطلابہ نہ کریں گے۔ یہاں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ عام طور پر یہ بیشتر یا کمتر منہائیاں منہا ہونے والے سود کی شرح میں نہیں بلکہ ہنڈی کی قیمت میں ظاہر کی جاتی ہیں۔ ہنڈی اتنی زیادہ ارزاں ہے یا اتنی زیادہ گراں ہے۔ لیکن مصلحت اسی میں ہے کہ مسئلے پر اُس کی ابتدائی شکل میں غور کیا جائے تاکہ شرح سود کی قوت کا زیادہ واضح طور پر اندازہ ہو جائے۔

137

138

اب ہم ایک اور واقعے کی طرف آتے ہیں اور اسکو سبھی صاف طور پر سمجھ لینا بہت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ بینکاروں اور مبادلے کا کاروبار کرنیوالوں کے ہاتھوں میں مختلف ملکوں کے ناموں کی ہنڈیاں ہر وقت

بڑی تعداد میں موجود ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ تو تخمین کی غرض سے بوہنڈیوں کی قیمت کی کئی ہشتی سے ممکن ہے کہ کمی ہوتی ہے لیکن وہ بہت بڑی حد تک محض اُس سود کی خاطر جو اُن سے حاصل ہوتا ہے، رکھی جاتی ہیں۔ انگلستان والی ہنڈیوں پر شرح سود اکثر بمقابل یورپی شرحوں کے اعلیٰ ہوتی ہے اور اس لیے وہ باہر والوں میں مثل اصل کیلئے بہت مقبول ہیں۔ پیرس، برلن، فرانکفرٹ، ہامبرگ اور دوسرے یورپی شہروں میں بینک کاروں اور مشترک سرمایہ دہکنوں کے پاس انگلستان والی ہنڈیاں اکثر کئی ملین اسٹریلنگ تک پہنچ جاتی ہیں اور ایک بہت بڑی رقم کئی ماہ تک — بلکہ ہنڈیوں کے کئے جانیکے وقت سے اُنکے واجب الادا ہونیکے وقت تک — ان کے ہاتھوں میں پڑی رہتی ہے۔ اس واقعہ کی زبردست اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کسی وقت یہاں شرح سود یورپ کی مروجہ شرح سے نیچے گر جائے، تو سپر لازمی طور پر یہ ساری کی ساری ہنڈیاں فوراً لندن بھیجی جائیں گی اور وہاں اُن پر ازاں شرح سے بڑھ کاٹا جائے گا تاکہ اس طرح جو قیمت وصول ہو، وہ سونے کی شکل میں یورپ روانہ کر دی جائے اور وہاں کے مقامی تمسکات میں فرض کردہ اعلیٰ شرح پر مشغول کر دی جائے۔ اس کے برعکس جب تک کہ لندن میں شرح بڑھ باہر کی شرحوں سے بلند تر ہے، اس وقت تک سپردنی بینک کاروں کو یہی ترغیب ہوگی کہ وہ ہنڈیوں کو واجب الادا ہونے تک اپنے ہی پاس رکھ چھوڑیں۔ یہ یاد ہوگا کہ جو فرضہ زیر بحث ہنڈیوں کی شکل میں موجود ہے اور جس کے بغیر وہ وجود میں نہ سکتیں، اُسے دیر یا سویر ادا ہونا ضروری ہے۔ لیکن کس وقت اُس کا نصفیہ کیا جائے گا، اس کا انحصار خاص حدود کے اندر، شرح سود پر ہوگا۔ اگر یہ اعلیٰ ہو تو ہنڈیوں کو باہر بھی چلنے دیا جائے گا اور آخری لمحے تک سونا برآمد نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ ادنیٰ ہو تو اس بات کا امکان ہے کہ ساری کی ساری ہنڈیاں، جو یہی کہ وہ کھسی جائیں، بڑھ کاٹنے کے لیے انگلستان بھیجی جائیں اور بجائے تین ماہ بعد کے فوراً سونا برآمد ہونے لگے۔

چنانچہ ہم ایک علی مثال لیکر دیکھیں گے۔ اگر طلا انگلستان سے برآمد ہو کر امریکہ جا رہا ہو تو شرح بڑھ بڑھادینے سے سپردنی سرمایہ داروں کو ترغیب ہوگی کہ اپنی انگلستان والی ہنڈیاں آخری لمحے تک روک رکھیں، نیز اپنی رقمیں اعلیٰ شرح پر مشغول رکھنے کے لیے انھیں اسی طرف روانہ کریں۔ ان دونوں واقعات کے اثر سے باہران ہنڈیوں کی طلب پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے اُن کی قیمت چڑھنا لازمی ہے۔ ساتھ ہی سپردنی ہنڈیوں کی قیمت میں اسی نسبت سے اتار واقع ہوگا۔ کیونکہ انگلستان رقیب سمجھے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ انگریزی کاروباری اداروں کو بیرونی

بنک کاروں کے نام ہنڈیاں کھکنے کی ہدایت کر دی جائے۔ لہذا قریب یہ ہے کہ یہ ہنڈیاں بازار پر آئیں گی۔ لیکن ہم نے فرض یہ کیا ہے کہ لوگ اپنا سرمایہ انگلستان سے واپس لے جانا نہیں چاہتے بلکہ وہیں جمبوٹر کھنا چاہتے ہیں۔ لہذا ان ہنڈیوں کے بہت کم خریدار ہوں گے اور لازمی طور پر ان کی قیمتیں گرین گی۔ (بیرونی ملکوں میں انگریزی ہنڈیوں کا چرٹہ جانا ہمیشہ اس بات کے مرادف ہے کہ انگلستان میں بیرونی ہنڈیوں کی قیمتیں گر گئی ہیں۔ کیونکہ ہر بین قومی بین دین کو چکالنے کے دو طریقے ہیں: یا تو لین دار دین دار کے نام ہنڈی بھٹتا ہے اور یا دین دار کو بی ہنڈی خرید کر لین دار کے پاس روانہ کرتا ہے۔ اس لیے جن حالات میں لین دار کو اپنی ہنڈی فائدے کے ساتھ فروخت کرنا دشوار ہوتا ہے، اسی حالات میں دین دار کے لیے یہ دشوار ہوتا ہے کہ فائدے کے ساتھ روانگی رسم کا ذریعہ خرید سکے۔ جب انگلستان کی ہنڈیاں باہر کم قدر ہوتی ہیں تو یورپ کی ہنڈیاں لندن کے مڑانے میں بیش قدر ہو جاتی ہیں اور جب اعلیٰ سود کی وجہ سے سرمایے کا بہاؤ انگلستان کی طرف ہونے لگتا ہے اور لندن کی ہنڈیاں اعلیٰ قیمتوں پر بھی خوب طلب کی جاتی ہیں تو اسی کے مطابق انگلستان میں بیرونی شہروں کی ہنڈیوں کے لیے طلب خائب اور ان کی قیمتیں اونچی ہو جاتی ہیں)۔

140

مذکورہ بالا بیانات کے بعد ایک سوال درجی طور پر کیا جاسکتا ہے — یہ کیسے ممکن ہے کہ باوجود سرمایہ ایک ملک سے دوسرے ملک کو جلد جلد منتقل ہونے اور جو خالی جگہیں رہ جائیں ان کے پُر ہو جانے کے، پھر بھی دو ملکوں کے درمیان شرح سود میں اتنا بڑا فرق موجود رہے جتنا کہ انگلستان اور یورپ کے درمیان کچھ مدت کے لیے کبھی کبھی دیکھا گیا ہے۔ یعنی اس کی کیسے تشریح کی جائے کہ ایک وقت میں شرح سود لندن میں ۶ فی صد اور ہامبرگ اور دوسرے یورپی شہروں میں ۲ یا ۳ فی صد رہے۔ یہ ایک ایسا معما ہے جس نے کئی مرتبہ جب ہماری شرح سود یورپ کی شرح سے اتقد بڑھ گئی ہے، بہتوں کو حیران کیا ہے لیکن یہ ایک ایسا سوال ہے جو انتہائی آسانی کے ساتھ حل کیا جاسکتا ہے۔

جب اس تک ہامبرگ کا تعلق ہے، وہاں ایک مختلف زر موجود ہے، جس کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ ہامبرگ کے سرمایہ داروں کے پاس ہمارے مفروضے کے مطابق اس قدر فالتو سرمایہ ہے کہ انھیں اس پر صرف ۲ فی صد سود مل سکتا ہے۔ لیکن ان کا یہ سرمایہ چاندی کی شکل میں ہے۔ لہذا اس زیادہ سرمائے کو انگلستان بھیجنے کا امکان اس بات پر منحصر ہے کہ چاندی فائدے کے ساتھ فروخت کی جاسکے۔ اس کا قدرتی طریقہ یہ ہوگا کہ چاندی جب اسپر لا کر انگلستان بھیجی جائے، وہاں جو قیمت ملے، اس پر اسے فروخت کیا جائے اور اس کی آمدنی

141

سے انگلستان کی موجود اعلیٰ شرحوں کے مطابق ہنڈیوں پر بڑھ کاٹا جائے۔ لیکن جب یہ ہنڈیاں پختہ ہو جائیں اور ہامبرگ کا بینک کار اپنا سرمایہ واپس حاصل کرنا چاہے تو اُسے سارون کو بمس میں انگریزی ہنڈی ادا کی جاتی ہے، پھر چاندی سے بدن بڑے کا کلمہ ممکن ہے اُسے کچھ بڑھوتری دینا پڑے۔ اور یہ چاندی اُسے دوبارہ جہاز پر لا کر ہامبرگ بھیجنا پڑے گا۔ نظری حیثیت سے یہی اس کا مکمل طریقہ ہے۔ وہ چاندی روانہ کرتا ہے، اُس کی ہم قدر رقم کچھ مدت کے لیے ایسی ہنڈیوں میں، جو سولے کی شکل میں قابل ادائیگی ہیں، مشغول کرتا ہے اور جب ہنڈیاں پختہ ہو جاتی ہیں تو دوبارہ ہامبرگ چاندی روانہ کرتا ہے۔ پس جب اس سارے عمل کے آخر میں وہ اپنی بچت لگانے بیٹھے، تو سب سے پہلے ایک بات تو اُس کو اپنے موافق بنے گی یعنی ہامبرگ والی شرح اور انگریزی شرح کے درمیان فرق جسے ہم نے ۴ فیصد تک فرض کیا ہے۔ لیکن اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس نے اپنا سرمایہ تین ماہ کی ہنڈیوں میں مشغول کیا ہے تو پھر وہ صرف ایک چوتھائی سال کے لیے اس فرق سے فائدہ اٹھائے گا اور اس طرح اس کا ظاہری منافع اس حد تک ایک فیصد ہو گا۔ لیکن اس ایک فی صدی میں سے موافق حالات کے تحت چاندی کی آمد و رفت کا خراج ادا کرنا ہو گا؛ پہلے چاندی انگلستان بھیجے گا اور پھر اُس کی واپسی کا مزید برآں یہ ممکن ہے کہ چاندی انگلستان پہنچنے کے بعد جس قیمت پر بیچی جائے، وہ اُس قیمت سے مختلف ہو جو پھر وطن میں سرمایہ درکار ہونے پر اُسی دعوات کی اتنی ہی مقدار خریدنے کے لیے اُسے دینا پڑے اور ان دو قیمتوں کے فرق کا اُسے نقصان اٹھانا پڑے۔ اب یہ بات سراسر ممکن ہے کہ فلز روانہ کرنے کے یہ مصارف اور چاندی پر یہ نقصان اُس ایک فیصد نفع سے جو ہمارے مفروضے کے مطابق اسے حاصل ہوا ہے، کہیں زیادہ بڑھ جائے۔ اور اس لیے یہ بالکل قدرتی اور سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ کبھی کبھی ایسے حالات جمع ہو جائیں جن کے تحت ہماری شرح بڑھ اور ہامبرگ کی شرح کے درمیان ۴ فیصد تک فرق موجود ہو اور پھر بھی ان کا زائد سرمایہ ہمارے بازار کی طرف رخ نہ کرے۔ ساتھ ہی ہم یہ ماننے کے لیے تیار ہیں کہ ایک حد ایسی موجود ہے جہاں یہ فرق اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ نقصان اور مصارف کے اسکانات کی ضرورت سے زیادہ تلافی اضافہ سود سے ہو جاتی ہے، خاص کر اگر یہ اعلیٰ شرح تین بیسے والی ہنڈیوں کی بجائے چھ بیسے والی ہنڈیوں کے لیے حاصل کی جاسکے۔ جن دنوں میں آرتاٹے انگلستان کے اس جانب شرح بڑھ اعلیٰ ہو جاتی ہے تو یہاں بسا اوقات کثرت سے یہ فرمائشیں

آتی ہیں کہ بیرونی بنک کاروں کے لیے مجھے مہینے والی ہنڈیاں لے لی جاتی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ترجیح زیادہ لوہیل میساد کے کاغذ کو دی جاتی ہے کیونکہ اگر فلز کی آمد و رفت کا خرچ اور چاندی پر نقصان کا خطرہ، یہ دونوں تو ایک حالت پر رہیں اور سود کی مرغوب شرح اتنی زیادہ مدت تک ملتی رہے تو منافع کے امکانات قریباً دو گنے ہو جاتے ہیں یا کم از کم جو خطرات اپنے اوپر لیے جاتے ہیں، ان کی پاسبانی کیلئے فوراً زیادہ گنجائش نکل آتی ہے۔

ایک ملک سے دوسرے ملک کو سرمایہ روانہ کرنے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں، اور ساتھ ہی اگر یہ مفقود ہو کر بیرونی بنک کار ہمارے بازار زر کی مدد کو پہنچیں تو ان مشکلات پر غالب آنے کے لیے ایک کافی بلند شرح سود سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے، ان امور کی تشریح ہا سبرگ کی مثال سے، جہاں چاندی کے زر کا رواج ہے، خاص خوبی کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر دونوں ملکوں میں ایک ساز و بہت بھی اس بات کی تشریح آسان ہے کہ کیونکر دو ملکوں میں یہ ایک وقت سود کی دو مختلف شرحوں کا موجود رہنا ممکن ہے۔ جو بات دیکھنی ہے، وہ فلز کی آمد و رفت کا خرچ ہے۔ اور جو فاصلہ دو ملکوں کے درمیان ہو گا، اسی کے مطابق شرح سود میں کم یا زیادہ فرق پایا جانا ممکن ہو گا۔ لندن اور پیرس کی شرحوں کے درمیان کبھی بہت بڑا فرق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان دو شہروں کے درمیان سونا کی بیچنے یا منگوانے کا خرچ گھٹتے گھٹتے کمترین ہو گیا ہے۔ لیکن یہیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ بہت تھوڑا خرچ بھی بڑی زر کا وٹ بن جاتا ہے کیونکہ سود فی صد جو یا جاتا ہے، اُس کا حساب فی سال کیا جاتا ہے اور اگر تین مہینوں والی ہنڈیوں کا معاملہ پیش نظر ہے تو جو کچھ منافع ملے، اُسے چار سے تقسیم کرنا ہو گا، حالانکہ فی صد خرچ کا سارا اوجہ ایک ہی معاملے پر پڑے گا۔ اگر خرچ صرف ۱ فی صد ہے تو قبل اس کے کہ کچھ فائدہ ملنا شروع ہو، شرح سود میں سالانہ ۲ فی صد یا تین ماہ پر اپنی صد منافع ملنا چاہئے فرض کرو کہ پیرس کے سرمایہ دار یہ اندازہ کرتے ہیں کہ وہ اپنا سونا ۱ فی صد خرچ سے انگلستان بھیج سکتے ہیں اور یہ امید کرتے ہیں کہ مبادلات کی حالت اس طرح اُن کے موافق ہوگی کہ وہ بیفر کسی خرچ کے اُسے پھر واپس لاسکیں گے۔ باوجود اس کے یہ ضروری ہے کہ یہ لندن کی شرح سود پیرس کی شرح کے مقابلے میں دو فی صد سے زائد بڑھی رہے، تاکہ محض اعلیٰ سود کی خاطر فرانس سے انگلستان سونا کی بیچنے کا کام نفع بخش ثابت ہو سکے۔

144

145

یہ ہے سادہ تشریح اس بات کی کہ کیوں شرح بڑھتا ہو اور اس کا بعض حالات میں۔ یعنی جب انگلستان والی ہنڈیوں کی رسد زیادہ نہ ہو۔ یورپ سے سونا لانے کے لیے

کافی نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ وہ کسی قدر اعلیٰ نقطے پر پہنچ جائے تاکہ یقین کے ساتھ فائدہ ملنا شروع ہو۔ پس یہ کہنا بدیہی طور پر غلط ہے کہ اگر ۶ فی صد سے سونا نہیں آتا ہے تو وہ، یا ۸ فی صد سے بھی جو کہ سالانہ شرح پر محض ایک خفیف سا اضافہ ہے، نہیں آئے گا۔ باوجود اس کے ایک سو قے پر جبکہ بنک کی شرح ۸ فی صد تک بڑھ گئی تھی، یہ سوال بار بار پوچھا جاتا تھا کہ کیا جب ۷ فی صد شرح سونا لانے میں ناکام رہی تو ایک فی صد زیادہ لگانے سے یہ نتیجہ حاصل ہو جائیگا۔ مذکورہ بالا بیانات سے امید ہے کہ یہ معاملہ اتنی روشنی میں آگیا ہے جو اُس کو سمجھنے کے لیے کافی ہو سکے۔ پہلے چند فی صد کا اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ خود غلظت رو اند کرنے کے اخراجات نکل آئیں۔ ایک فی صد خرچ نکلنے کے لیے تین مہینے والی ہنڈیوں پر ۴ فی صد فی سال کا فرق ضروری ہے۔ لیکن جو شخصی مصارف یا مصارف کا حظہ (جو دراصل اُس چیز کے قریباً مرادف ہیں جسے عام طور پر نقصان مبادلہ کہا جاتا ہے، نکل آئیں تب ہر مزید فی صد جو بہ شکل بٹہ عطا کیا جائے ایک واقعی اور یقینی منافع ہو جاتا ہے۔ لہذا اگر سونا درکار ہے تو بٹے کی شرح یہاں تک بڑھانی چاہئے کہ وہ نقطہ پہنچ جائے۔ اُس سے کم پر جڑک جانا بعض حالات میں بے سود ہوگا۔ لیکن چونکہ انگلستان والی ہنڈیوں کی رسد فریضاً نہ ختم ہونے والی معلوم ہوتی ہے، اس لیے یہ عملدرآمد اُس سے کسی قدر مختلف شکل کا ہوگا جو ہم نے ابھی بیان کیا ہے، لیکن بحمان مسلم طور پر ایک ہی ہوگا۔ جب انگریزی شرح سو بڑھ جائے تو یورپی ملکوں میں اس حالت سے فائدہ اٹھانے اور عارضی فائدہ مستعمل کے لیے انگلستان سرمایہ بھیجنے کی عام خواہش ہوگی لیکن انگلستان کو رقم کس طرح روانہ کی جائے۔ بدیہی طور پر ہنڈیوں کے ذریعہ سے، جب تک کہ ہنڈیاں دستیاب ہو سکیں۔ لہذا جن لوگوں کے پاس انگلستان کی ہنڈیاں موجود ہیں اور وہ انھیں بیچنے پر آمادہ ہیں، وہ اپنے آپ کو ایک ایسی چیز پر قابض پاتے ہیں جس کی طلب یکایک بڑھتی ہے اور اس طرح وہ ان کی اعلیٰ قیمتیں وصول کر سکتے ہیں۔ سائنٹ کے اثر سے یہ قیمت بڑھتی گئی ہے یہاں تک کہ ہنڈیوں کے ذریعے سے رقم بھجوانا فریضاً اتنا ہی گران خرچ ہو جاتا ہے جتنا کہ خود غلظت جہاز پر روانہ کرنا۔ اسی طرح جو منافع اُن لوگوں کو ملتا جو معمولی شرح پر ہنڈیاں خرید کر انھیں اعلیٰ شرح پر مشغول کرنے کے لیے انگلستان بھجواتے، وہ اب دو فریقوں میں تقسیم ہو جاتا ہے، وہ جو ہنڈی بیچتے ہیں اور وہ جو اُسے خرید کر روانہ کرتے ہیں۔ اگر طلب زبردست ہو تو اس آخری فریق کو ہنڈی بالآخر اتنی ہی گراں پڑے گی جتنا کہ خود غلظت جہاز

پر سمجھنے کا فریضہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ ہنڈیوں کی رسد ناکافی ہونے لگتی ہے، اس لیے واقعی سونا روانہ ہونے لگتا ہے۔ یہ ہے فنی تشریح اس امر کی کہ کیوں کسی ملک کی ہنڈیوں کی قیمت تیزی سے چڑھ جاتی ہے جو نسبی وہاں مل سکنے والے سود کی شرح میں عام اضافہ واقع ہوتا ہے۔

ہنڈیاں سربراہ سمجھنے کا سب سے تیار اور سب سے آسان واسطہ ہیں اس لیے لوگ انھیں حاصل کرنے میں مسابقت کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی قیمتیں چڑھ جاتی ہیں۔ یہی خود مسابقت، وہ اعلیٰ شرح سود کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اگر یہ شرح گر جائے تو ہنڈیوں کی قیمتیں بھی اسی نسبت سے گر جائیں گی۔ شرح سود کا اثر ہمیشہ قوی ہوتا ہے اور اس کے نتائج ہمیشہ ایک سے ہوتے ہیں۔ لہذا اگر ملک سے سونا نکلنے لگے اور وہ تمام نتائج جو اس کے ساتھ وابستہ ہیں پیدا ہو جائیں تو پھر بڑے کی شرحوں میں تیز تیز اضافہ کرنے سے زیادہ قوی اور موثر کوئی اور اس کا علاج نہیں ہے۔ یہی ہنڈیاں ہیں جس کے ذریعہ سے وہ چیز جو ابھی ہاتھ سے نکلنے کو پئے روک لی جاسکتی ہے یا وہ چیز جو واقعی چاہی، دوبارہ مہیا کی جاسکتی ہے۔ اور اس کا قدرتی اثر یہ نہیں ہے کہ زر کی قلت پیدا کرے۔ کیونکہ وہ کبھی قلت زر کا سبب نہیں ہو سکتا، ہاں اکثر اس کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس کا قدرتی اثر تو یہ ہے کہ اس قلت کا علاج اور اسے درست کرے اور وہ یوں کہ باقی تمام دنیا کے سامنے اتنی بڑھوتری پیش کرے کہ لوگ اپنا سربراہ یا زر گراں ترین بازار میں روانہ کرنے لگیں۔

148

ہمیں چاہئے کہ یہاں پھر ایک مرتبہ ان عجیب پیرونی ہنڈیوں کی طرف اشارہ کریں جن کا اس سے پہلے ذکر آچکا ہے۔ یہ وہ ہنڈیاں ہیں جو کسی واقعی قرضداری کی نمائندہ نہیں ہوتیں۔ اور اس لیے ان قوانین کے تابع نہیں ہوتیں جو ایسی قرضداری پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بلکہ اس کے برخلاف مبادلات پر ان کا برعکس اثر پڑتا ہے۔ جب کسی ملک کا قرضد دوسرے ملک کے مقابلے میں قریب قریب مہیا ہو جاتا ہے۔ یعنی جب دونوں کے درمیان قریباً تمام ہنڈیاں لکھی سمجھی، اور ادا کر دی جاتی ہیں۔ تو اس صورت حال کا یہ قدرتی نتیجہ ہے کہ جو تھوڑی سی ہنڈیاں باقی رہ جائیں، ان کی قیمت غیر معمولی طور پر بلند ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جو ہنڈیاں کسی مال و اسباب کے لین دین کی قائم مقام نہیں ہوتیں بلکہ محض اعتبار پر مبنی اور اس وجہ سے (بجز اس علم کے کہ آگے چلکر ان کے لیے رقم مہیا کرنا ضروری ہے) غیر محدود ہوتی ہیں، ان کی اجرائی کا عمل مخالف سمت میں ہوتا ہے، یعنی ان کا رجحان ہنڈیوں کی قیمت کو پست کرنے کی

طرف ہوتا ہے۔ پس ایسی صورتیں پیش آتی ہیں جبکہ اُن کی اجرائی سونے کی برآمد پر اچھا خاصا اثر ڈال سکتی ہے لیکن یہ صرف اس مبادلہ کے لیے جس کے دوران میں ہنڈیاں ملتی رہتی ہیں کیونکہ جو بھی وہ ادا کی جاتی ہیں، اُن کے سابقہ اثر کی فوراً تلافی ہو جاتی ہے۔ جو لوگ اس طرح سے اعتبار پر ہنڈیاں رکھتے ہیں، وہ دو مختلف بنتوں سے اس بات پر آمادہ ہو سکتے ہیں، یا تو اُن کی یہ خواہش ہوگی کہ ہنڈیوں کی قیمت کے طور پر جو زر ادا کیا جاتا ہے، وہ انھیں واجباً یا نادوبی اغراض کے لیے دو ہینوں تک استعمال کرنے کو ملے یعنی اس وقت تک جبکہ انھیں سپرہیر زر علیحدہ کرنا پڑے تاکہ اُس سے رقم روانہ کرنے کے ذرائع خرید سے جاسکیں — یا وہ یہ سمجھتے ہوئے ہوں گے کہ جب اُن کے ڈرافٹ بختہ ہونے کو آئیں گے، اُس وقت بازار میں ہنڈیوں کی رسد نسبتاً زیادہ ہوگی اور جو قیمت انھیں اپنے ڈرافٹ کے معاوضے میں حاصل ہوی تھی اُس سے نسبتاً ازران قیمت پر وہ خود روایتی رقم کے ذرائع خرید سکیں گے اور اس طور پر کچھ نفع کھائیں گے۔ جو ڈرافٹ قرضہ وصول کرنے کے لیے نہیں بلکہ اعتبار پر رکھے جاتے ہیں، اُن کی بدولت بکھنے والا بجائے کسی اور سے اپنا قرضہ واپس وصول کرنے کے خود قرضہ حاصل کرتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی ترکیب ہے جس کی بدولت اُس ملک کے تاجر جہاں ہنڈیاں نکھی جاتی ہیں، اگر وہ دین دار ہیں تو عارضی طور پر فلز روانہ کرنے کی ضرورت سے بچ جاتے ہیں اور اگر وہ فرمائش دینا چاہیں، تو نسبتاً ازران خرچ سے رقمیں روانہ کر سکتے ہیں۔ اور اگر آمد اور درآمد کے موسموں کے درمیان کوئی وقفہ ہو اور اُس کے دوران میں ان ہنڈیوں سے کار براری کی جاتی ہو تو اس صورت میں وہ کافی مفید ثابت ہوتی ہیں کیونکہ فلز کی دوسری روانگی سے نجات ملتی ہے۔ لیکن دوسری صورتوں میں ایسی ہنڈیوں کی اجرائی سے خطرناک نتائج پیدا ہونے کا قریب ہے۔ سردست تو اُن کی وجہ سے مدول جاتی ہے کیونکہ جس چیز کی قیمت زیادہ طلب ہے اور جو کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں کی جاسکتی، وہ اس طور پر مہیا ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک خاص وقت گزرنے کے بعد اس کی بدولت مشکل میں اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ اُس وقت اس کی مساوی مقدار پھر واپس کر لینا ضروری ہے۔

یورپ میں اس نوع کی ہنڈیاں اکثر ایسے انجن کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں جس کا کام انگلستان سے سونا بیع لانا ہے۔ حقیقت میں وہ لندن کے بازار میں قرضہ لینے کا ایک طریقہ ہے۔ اور وہ یوں کہ ڈرافٹ جاری کئے جاتے ہیں جو تاریخ تحریر کے تین مہینے بعد قابل ادائیگی

ہوتے ہیں۔ یہ ڈرافٹ لندن روانہ کیے جاتے ہیں اور وہاں اُن پر بٹہ کاٹا جاتا ہے اور اس سے جو آمدنی ہوتی ہے، اس سے سونا حاصل کیا جاتا اور جہاز پر لا کر باہر روانہ کر دیا جاتا ہے۔ جب مبادلات یورپ کے حق میں ناموافق ہوتے ہیں، یعنی جب انگلستان والی ہنڈیوں کے عوض میں ڈالر یا فلارن معمول سے زیادہ نقد ادین ملنے لگتے ہیں، تو ایسی ہنڈیوں سے مصنوعی رسد پیدا ہو جاتی ہے اور قیمت چڑھ کر مقام طلا تک نہیں پہنچنے پاتی۔

جو لوگ مبادلات کا، یعنی بیرونی ہنڈیوں کی قیمتوں کے اتار اور چڑھاؤ کا سٹہ کھیلتے ہیں وہ مختلف مصنوعی ذرائع اور بینک کاری کی چالوں سے اُن تئیرات پر جو قدرتی کہے جاسکتے ہیں، اثر ڈالنے یا اُن کے عمل کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان ترکیبوں کے متعلق مزید تفصیلات میں پڑنا چنداں مناسب نہیں ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ایسے سٹوں کی موجودگی اور ان کے متعلقہ حالات کی طرف اشارہ کیا جائے۔ ورنہ عارضی اور مصنوعی تئیرات کو باقاعدہ اور صریح قوانین کے قدرتی اور ناگزیر نتائج کے ساتھ گڈ کر کے غلطیوں کا ارتکاب کیا جاسکتا ہے۔

اس کتاب کا مقصد یہ تھا کہ چند اہم ترین ابتدائی اصول جن کا ہمیں مبادلات خارج کے مطالعے میں پتہ چلتا ہے، واضح کیے جائیں اور خاص کر چند معاملات کی ابتدا اور قدرتی تشریح جس قدر واضح طور پر ممکن ہو سکے، پیش کی جائے۔ یہ وہ معاملات ہیں جو اپنی زیادہ پیچیدہ شکل میں اس قدر فنی اور ایسے غلط معلوم ہوتے ہیں کہ عام لوگ انہیں بہ آسانی نہیں سمجھ سکتے۔ ان ابتدائی اصولوں میں درحقیقت کوئی چیز مشکل یا مبہم نہیں ہے۔ اگر وہ صاف اور عام فہم طریقے پر بیان کئے جائیں تو سمجھ وہ بالکل معمولی بات معلوم ہوتے ہیں اور ان کے سمجھنے میں کوئی وقت نہیں محسوس ہوتی۔ لیکن مشکل جو کچھ ہے، وہ ان اصولوں کو کافی وضاحت کے ساتھ عام فہم زبان میں بیان کرنے کی ہے۔

پس اگر صفحات بالا کے مطالعے کے بعد ناظر مبادلات خارج کے متعلق پہلے سے زیادہ پراگندہ خیال ہو جائے تو اُسے ہرگز یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اس وجہ سے کوئی اطمینان بخش نتیجہ حاصل نہیں کر سکا، کہ جس مضمون کے مطالعے میں وہ لگا ہوا تھا، وہ کوئی نسبت زیادہ فنی یا بہت زیادہ مشکل مضمون ہے، جو علمی تحقیق کے معمولی طریقوں سے بہت کم اثر پذیر ہوتا ہے یا عملی تفصیلات کے ہمہ وقت متحرک ہونے والے انبار کی وجہ سے بہت زیادہ پیچیدہ بن گیا ہے بلکہ اُسے یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ قصور مولف کا ہے کہ وہ اپنا سنا جو خود اُسے بالکل صاف معلوم ہوتا ہے

واضح طور پر ناظر کے ذہن نشیں نہ کر سکا۔ اور زبان پر کافی قابو نہ رکھنے کی وجہ سے بازاہر زار اور مبادلے کی اصطلاحات سے پورے طور پر بے نیاز نہ ہو سکا۔

152

مبادلات خارجہ خصوصیت کے ساتھ ایسا مضمون ہے جس میں اختلافی بحث کی کم اور احتیاط کے ساتھ مکمل تشریح کی زیادہ ضرورت ہے۔ کاروبار مبادلہ کا آغاز بین قومی قرضداری کی بنیاد پر دنی ہنڈیوں کی مختلف قسمیں، ان کی قیمتوں کے تغیرات پر اثر ڈالنے والے گونا گوں اسباب اور ان تغیرات سے اخذ ہو سکنے والے نتائج، ان تمام امور کے متعلق جو خاص اصول پیش کئے گئے ہیں، وہ کوئی بحث طلب معاملات نہیں ہیں بلکہ چند خود آشکارا کسی قدر پیچیدہ حقائق کے بیانات ہیں۔ ہاں اس تحقیق کی صرف وہ شاخ جس میں ناموافق مبادلات کے علاجوں کا حال بیان کیا گیا ہے، بجا طور پر بحث مباحثے کا میدان جنگ بن سکتی ہے کسی مضمون کے متعلق بھی اطمینان بخش طریقے پر استدلال کرنے کے لئے اور اُس کے بارے میں جو متضاد نظریے ہیں ان میں سے ہر ایک کی کیا وقعت ہے، اُس کا ٹھیک طور پر اندازہ کرنے کے لئے سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ اُسے صاف طور پر سمجھ لیا جائے۔ ”مبادلات خارجہ“ کے قوانین کی جب بھی کوئی تحقیق کی جائے تو چند بہت ہی عام اصول اور ابتدائی واقعات ہماری نظر کے سامنے آتے ہیں۔ اگر ان کے متعلق زیادہ واضح اور زیادہ قطعی خیالات بھیلانے میں یہ کتاب کسی طرح بھی آلہ کار ثابت ہوئی ہو تو اُس کی عرض تالیف پورے طور پر حاصل ہو چکی ہوگی۔

# تہمت



# صحت نامہ

## نظریہ مبادلات خارجہ

صحیح	غلط	نمبر	نمبر	صحیح	غلط	نمبر	نمبر
محنت	نست	۱۷	۴۴	معاملات	معاملات	۱۹	۱۸
ساورن	سارون	۲۳	۵۰	سونا	سو ۱۰	۱۹	۴
ہامبرگ	ہامبرک	۸	۵۱	کمی	گئی	۲۲	۵
سجاول	سجاور	۲۱	۵۲	یہی وجہ ہے کہ	یہی وجہ ہے کہ	۲	۱۰
مشترک	مشترک	۲۳	"				
بڑھوتری	پڑھوتری	۳	۵۳	بڑھوتری	بڑھوی	۱۷	۳۰
ساورن	سارون	۲	۸۹	ادنی	رونی	۱۸	۳۶
نوراً	نور	۵	۹۰	سینٹ پیٹرز برگ	سینٹ پیٹرز برگ	۲	۳۹







آخری درج شدہ تاریخ مریخ پر یہ کتاب مستعار  
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی  
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

---

کتابچہ

جامعہ کراچی

۱۔ اراکین کے لیے کتابچہ  
۲۔ مجلس شہادت و شہداء کی کتابچہ  
۳۔ اراکین کے لیے کتابچہ  
۴۔ مجلس شہادت و شہداء کی کتابچہ  
۵۔ اراکین کے لیے کتابچہ  
۶۔ مجلس شہادت و شہداء کی کتابچہ

۷۔ اراکین کے لیے کتابچہ  
۸۔ مجلس شہادت و شہداء کی کتابچہ  
۹۔ اراکین کے لیے کتابچہ  
۱۰۔ مجلس شہادت و شہداء کی کتابچہ

۱۱۔ اراکین کے لیے کتابچہ  
۱۲۔ مجلس شہادت و شہداء کی کتابچہ  
۱۳۔ اراکین کے لیے کتابچہ  
۱۴۔ مجلس شہادت و شہداء کی کتابچہ

۱۵۔ اراکین کے لیے کتابچہ  
۱۶۔ مجلس شہادت و شہداء کی کتابچہ  
۱۷۔ اراکین کے لیے کتابچہ  
۱۸۔ مجلس شہادت و شہداء کی کتابچہ



